نُصرة
میگزین
شمارہ نمبر 22 | ربیع الثانی 1436 بمطابق جنوری/فروری 2015

اندرونی خطرہ اور بیرونی مسائل

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)
تفسیر سورۃ البقرہ آیات 111- 113

خلافت کو قائم کرو
جو مسلمانوں کو ہندو ریاست کی بالادستی سے نجات دلائے گی

لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باونڈری پر بھارتی جارحیت کے خلاف حزب التحریر کا مظاہرہ

لوگوں سے نجی اور عوامی سطح پر رابطہ کرنا

سرمایہ داریت کی تلخ حقیقت

مغربی تہذیب کی بنیاد
دھوکے پر مبنی فکری سمجھوتہ ہے

نصرة

میگزین / شمارہ : 22

ربیع الاول/ربیع الثانی1436 بمطابق جنوری/فروری2015

اس شمارے میں

اداریہ: اندرونی خطرہ اور بیرونی مسائل

جب سے بھارت میں امریکہ کی جانب جھکاؤ رکھنے والی جماعت بی۔جے۔پی اقتدار میں آئی ہے، بھارت اور امریکہ یک زبان ہو کر پاکستان کی فوجی قوت اور ترجیحات کے متعلق لب کشائی کر رہے ہیں۔امریکہ اور بھارت کے سرکاری اہلکار یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ پاکستان مشرقی سرحد پر بھارت کے خلاف روائتی جنگ لڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ افغانستان میں نئے امریکی کٹھ پتلی صدر کو اقتدار منتقل کرنے اور دو طرفہ سیکورٹی کے معاہدے کے ذریعے افغانستان میں مستقل امریکی افواج کی موجودگی کو یقینی بنانے کے بعد امریکہ و بھارت پاکستان سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنی مغربی سرحدوں پر ہونے والی تبدیلیوں کو تقویت پہنچائے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکہ و بھارت یہ مطالبہ بھی کر رہے ہیں کہ پاکستان اپنے قبائلی علاقوں میں موجود اندرونی خطرات سے نمٹنے کے لئے فوجی قوت استعمال کرے۔یہ دونوں دشمن یک زبان ہو کر یہ مطالبے اس لئے کر رہے ہیں تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان اندرونی مسائل میں الجھ جائے اور اپنی سرحدوں پر واقع ہونے والی بیرونی تبدیلیوں سے قطع تعلق ہو جائے۔

ان دونوں دشمنوں کا یک زبان ہونا کوئی اتفاق نہیں ہے کیونکہ امریکہ اور بھارت دونوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ پاکستان کی اس صلاحیت کو محدود کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اپنی سرحدوں سے بہت دور تک بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔دونوں یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان اندرونی محاذوں میں الجھا رہے تاکہ خطے میں چین اور مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو روکنے کے لئے بھارت کو طاقتور کیا جاسکے اور وہ امریکی پولیس مین کا کردار ادا کر سکے۔ ایسا پاکستان جو اندرونی مسائل میں الجھا ہوگا وہ افغانستان میں بھارت کی بڑھتی ہوئی موجودگی کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہوگا جس کو افغانستان پر امریکی قبضے نے یقینی بنایا ہے۔ اندرونی مسائل میں الجھا پاکستان بھارت کے ہاتھوں کشمیر اور دوسرے مسلم آبادی کے علاقوں میں ہونے والے مظالم کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہوگا۔ اور اندرونی مسائل میں الجھا پاکستان کبھی بھی ان مضبوط اسلامی

> صدیوں تک خلافت دنیا کی واحد عالمی طاقت رہی جو مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے نجات دلاتی تھی اور دنیا بھر کے مظلوموں کی پناہ گاہ بھی تھی۔

جذبات واحساسات سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا جس نے اس وسیع امت کو باندھ رکھا ہے اور جس کے ذریعے پاکستان تمام مسلمانوں کو یکجا کر کے ایک واحد قوت کی صورت میں بدل سکتا ہے۔

اس کے علاوہ امریکہ یہ جانتا ہے کہ اُس نے اِس خطے کے لئے جو منصوبہ بندی کی ہے وہ تباہ برباد ہو جائے گی اگر پاکستان ایک ایسی طاقت میں بدل جائے جو بیرونی مسائل پر بھی زبردست طریقے سے اثر انداز ہو سکتا ہو۔ لہٰذا امریکہ ہر وہ طریقہ استعمال کر رہا ہے جو اسے میسر ہے اور اُنہیں سازشوں کو بروئے کار لا رہا ہے جنہیں وہ کئی سال تک وسطی افریقہ اور جنوب مشرق ایشیا میں استعمال کر چکا ہے اور اس کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ان میں سے سب سے اہم طریقہ کار افواج پاکستان پر ہونے والے وہ فالس فلیگ حملے ہیں جنہیں امریکی خفیہ ایجنسیوں کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان کی افواج طویل عرصے تک قبائلی علاقوں میں تھکا دینے والے چھوٹے آپریشنوں میں مصروف رہیں۔ اس کے علاوہ امریکہ مالیاتی قرضوں کو قبائلی علاقوں میں ہونے والی پیش رفت سے جوڑ دیتا ہے اور ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی و فوجی قیادت کو قبائلی علاقوں میں مزید کاروائیاں کرنے پر مجبور کرنے کے لئے بیان بازی بھی کرتا رہتا ہے۔

صرف اسلام ہی پاکستان کو امریکہ و بھارت کی اس گہری اور خطرناک سازش سے نکال سکتا ہے۔اسلام مسلمانوں کو عالمی معاملات میں اپنا کردار ادا کرنے کا زبردست احساس پیدا کرتا ہے کیونکہ مسلمان یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پوری انسانیت کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔اسلام مسلمانوں میں اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔لہٰذا کئی صدیوں تک خلافت دنیا کی واحد عالمی طاقت رہی جو مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے نجات دلاتی تھی اور دنیا بھر کے مظلوموں کی پناہ گاہ بھی تھی۔کئی صدیوں تک خلافت نے کئی براعظموں پر پھیلے مسلمانوں کو اپنے طاقتور دشمنوں کے سامنے واحد قوت کی صورت میں یکجا رکھا۔امریکہ سے اتحاد پاکستان کے زوال کو یقینی بنا رہا ہے۔صرف اسلام اور اس کا نظام خلافت پاکستان کو اس طاقت میں بدل سکتا ہے جس کا وہ حق دار ہے۔

تفسیر سورۃ البقرۃ 111تا113



مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطا بن خلیل ابو الرَشتہ کی کتاب "التیسیرفی اصول التفسیر" سے اقتباس

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِين – بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ – وَقَالَتْ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتْ النَّصَارَى لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُون –

"اور یہ (یعنی یہود اور عیسائی) کہتے ہیں کہ جنت میں سوائے یہودیوں یا عیسائیوں کے کوئی بھی ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے کر آؤ۔ کیوں نہیں؟ (قاعدہ یہ ہے کہ) جو شخص بھی اپنا رُخ اللہ کے آگے جھکا دے اور وہ نیک عمل کرنے والا ہو، اُسے اپنا اجر اپنے پروردگار کے پاس ملے گا۔ اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں، حالانکہ یہ سب (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح وہ (مشرکین) جن کے پاس کوئی (آسمانی) علم سرے سے ہی نہیں ہے، اُنہوں نے بھی اِن (اہلِ کتاب) کی جیسی باتیں کہنی شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ اللہ ہی قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ (البقرۃ:111-113)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات کے اندر مندرجہ ذیل امور بیان فرمائے ہیں :

بے شک یہودیوں نے کہا تھا کہ ان کے سوا کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، نصاریٰ (عیسائیوں) نے بھی یہی کہا تھا کہ صرف ہم جنت میں داخل ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں آگاہ کرتے ہیں کہ ان کی یہ باتیں محض باطل اور بے سروپا ارمان ہیں جیسا کہ ان کی یہ تمنا کہ آنے والا رسول ان ہی میں سے ہوگا، یا جیسا کہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے حسد اور ہٹ دھرمی و انکار کی وجہ سے کفار بنانے کی تمنا کی، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں بتاتے ہیں کہ ان کی یہ آرزوئیں جھوٹی ہیں ورنہ اگر وہ سچے ہی ہیں تو لائیں کوئی دلیل۔

اگرچہ انداز مطالبے کا اپنا یا گیا ہے یعنی (قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِين) "کہیں کہ اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے کر آؤ" مگر حقیقت میں اللہ نے ان کا جھوٹ کھول دیا ہے کیونکہ یہ لوگ کبھی بھی برہان اور دلیل پیش کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، سو یہ جھوٹی بات کرتے ہیں، جیساکہ دوسری آیت (بَلَى مَنْ أَسْلَمَ) کی تفسیر میں یہ بات واضح ہو جائے گی انشاءاللہ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات مبارکہ کے اندر واضح کیا ہے کہ ان کا قول باطل ہے اور ان کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جنت نہ تو یہود کی ہے اور نہ نصاریٰ کی، بلکہ یہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو مخلصانہ ایمان لائے اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے احکامات کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور اسی کا مطیع بن کے رہے، تو ایسے لوگ جنت کے مستحق ہیں اور انہیں کسی قسم کا خوف اور پریشانی نہیں ہوگی۔

(اَسلَمَ) لُغت میں اسلام کا اصل معنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے جھکنا اور اس کی فرمانبرداری و اطاعت ہے۔ شرع کی رو سے اسلام کا معنی ہے وہ دین جو محمد ﷺ پر

نازل کیا گیا جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ (آل عمران:19)، وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنْ الْخَاسِرِينَ (آل عمران:85)۔

(أَسْلَمَ وَجْهَهُ) "اپنا چہرہ جھکا دے" مراُد اس سے یہ ہے کہ پورا کا پورا جھک جائے، یہاں "وجہ" کا استعمال مجازی معنٰی میں کیا گیا ہے اور اس کو اِطلاقُ الجزء للدلالۃِ علی الکلِّ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی کسی شے کا ایک جزو کا ذکر کرکے اُس سے پوری شے مراد لیا جائے، تو یہاں بھی وجہ (چہرہ) کو ذکر کے پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔

(بَلَیٰ) حرفِ ایجاب ہے اور اس کو صرف ایسی بات کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کی ما قبل میں نفی کی گئی ہو، چونکہ یہود اپنے علاوہ دوسروں کے لئے جنت کا داخلہ ممنوع قرار دیتے تھے اور اس بات کی نفی کرتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی جنت میں داخل ہو سکتا ہے، چنانچہ بلیٰ کا کلمہ لا کر جو بات وہ نہیں مانتے تھے اُس کو ثابت کیا گیا ہے یعنی ان کے علاوہ دیگر لوگ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔

یہاں (فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ) میں مفرد کی ضمیریں لائی گئی ہیں جبکہ (وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ) میں جمع کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے مَن اَسلَمَ کے اندر مَن کا لفظ آیا ہے یہ ایسا لفظ ہے جو لفظی طور پر تو مفرد ہے جبکہ معنوی اعتبار سے اس کے اندر کثرت یعنی جمع کا معنٰی پایا جاتا ہے، تو کبھی اس کی لفظی حیثیت کو دیکھتے ہوئے مفرد لیا جاتا ہے اور کبھی اس کی معنوی حیثیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس کو جمع کا صیغہ مانا جاتا ہے، آیت کریمہ میں اسی نہج پر استعمال ہوا ہے۔

آخری آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ یہودی عیسائیوں کے بارے میں کیونکر یہ کہتے ہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں یعنی ان کا سرے سے کوئی دین ہی نہیں یہی بات عیسائی ان کے بارے میں کرتے ہیں کہ یہود کا کوئی دین نہیں، اور یہ تب ہوا تھا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ میں نجران کے نصاریٰ آئے اور یہودیوں کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح یہ بات کرتے ہیں، حالانکہ فریقین اہل کتاب ہیں اور ان کی کتابیں اس کی گواہ ہیں کہ یہود کے پاس اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اسی طرح عیسائیوں کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اس کے باوجود ہر ایک فریق دوسرے کے بارے میں طعنہ زنی کرتا ہے، جس کی بدولت دونوں فریقین نے اپنی حیثیت گھٹا کر اپنے آپ کو اُن جہلاء میں شامل کر دیا ہے جن کے پاس علم ہے نہ کوئی کتاب، جیسے بتوں کے پجاری مشرکین جن کا تمام ادیان والوں کے بارے میں یہ کہنا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش کی ہے۔
اب اللہ تعالیٰ اس آیت کا اختتام اس بات سے کر رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان باتوں پر ان کا محاسبہ کیا جائے گا، جس دن صرف اللہ کی حکمرانی ہوگی اور وہ سب کو ان کے کئے کا بدلہ چکا دے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ "چنانچہ اللہ ہی قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے رہے ہیں"

لوگوں سے نجی اور عوامی سطح پر رابطہ کرنا

تحریر: مصعب بن عمیر

لوگوں سے نجی اور عوامی سطح پر رابطہ کرنا رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کار کا لازمی حصہ ہے۔ لوگوں سے نجی اور عوامی سطح پر رابطہ کرنا ایک اہم اور مقدس عبادت ہے جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں۔ اللہ نے اپنی مقدس کتاب قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب سے لوگوں کے ناروا جوابات کا ذکر فرمایا اور یہ کہ کس طرح وہ ان جوابات کا صبر و تحمل کے ساتھ طویل عرصے سے سامنا کر رہے ہیں جو کہ تقریباً 950 سال کا عرصہ بنتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح وہ معاملات کو کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں اور لوگوں کو ہدایت کی راہ کی جانب بُلا رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ نوح علیہ السلام کس قدر استقامت کے ساتھ لوگوں سے نجی اور عوامی مقامات پر ملتے رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا - ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا" پھر میں نے انہیں باآواز بلند بلایا۔ اور بیشک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی" (نوح:8-9)۔ لوگوں سے یہ رابطہ ایک سنجیدہ طریقہ کار کے تحت کیا گیا اور اس کے لئے شدید جدوجہد کی گئی اور اس کی وضاحت نوح علیہ السلام کے اس جواب سے ملتی ہے جو انھوں نے اپنے رب کو اپنے کام کی وضاحت کرتے ہوئے کہا، رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلاً وَنَهَاراً" اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا" (نوح:5)، یعنی میں اس بات سے دستبردار نہیں ہوا کہ انہیں دن رات بلاؤں اور آپ کے حکم کی پیروی اور اطاعت کی۔

اس کے علاوہ رابطہ کرنے کے دوران لوگوں کے جوابات کا بہت گہرا مشاہدہ کیا گیا، چاہے وہ انتہائی درشت جوابات ہی کیوں نہ ہوں۔ نوح علیہ السلام نے کہا وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓاْ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْاْ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّواْ وَٱسْتَكْبَرُواْ ٱسْتِكْبَارًا" میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لئے بلایا، انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اَڑ گئے اور بڑا تکبر کیا" (نوح:7) یعنی انہوں نے کانوں میں انگلیاں اس لئے ڈالیں کہ وہ سن ہی نہ سکیں۔ یہ عمل ویسا ہی ہے جس کا ذکر اللہ نے قریش کے متعلق کیا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو مسترد کیا تھا، وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَسْمَعُواْ لِهَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ وَٱلْغَوْاْ فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ" اور کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی مت اور بیہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آجاؤ" (حم سجدہ:26)، وَٱسْتَغْشَوْاْ ثِيَابَهُمْ" اپنی چادریں اپنے اوپر ڈال لیں"۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ "وہ خود کو ان (رسول اللہ ﷺ) سے چھپا لیتے تھے تاکہ وہ انہیں پہچان نہ سکیں"۔ ابن جبیر اور اسسودی دونوں نے کہا کہ "وہ سروں کو ڈھانپ لیتے تھے تاکہ وہ سن نہ سکیں جو آپ ﷺ فرما رہے ہوتے تھے"۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس صورتحال کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی، وَأَصَرُّواْ" اور وہ اپنے طرز عمل پر چلتے رہے" یعنی انہوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے اور کفر کے عمل کو جاری و ساری رکھا۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ وَٱسْتَكْبَرُواْ ٱسْتِكْبَاراً" اور اَڑ گئے اور بڑا تکبر کیا" (نوح:7) یعنی انہوں نے سچ سننے اور اس پر چلنے سے انکار کر دیا۔

اور پھر ایک گہرے مشاہدے اور سوچ بچار کے بعد مزید رابطہ کرنے کے متعلق سوچا گیا۔ اس وقت بھی جب لوگوں کے جوابات انتہائی منفی اور مایوس کن ہوتے تھے، ایمان والے صورتحال سے دل برداشتہ نہیں ہوتے تھے۔ لوگوں سے نجی اور عوامی سطح پر رابطہ کرنے کے عمل کو روکا نہیں گیا بلکہ اس بات پر سوچ بچار کی گئی کہ کس طرح لوگوں تک اس پیغام کو پہنچایا جائے کہ وہ اس کو سمجھ سکیں اور اس کو قبول کر لیں۔ انہوں نے اس پیغام کو مضبوطی کے ساتھ دنیا کی زندگی کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے بیان کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اچھے دلائل کے ساتھ پکارا، وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَاراً" اور تمھیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمھیں باغات دے گا اور تمھارے لئے نہریں نکال دے گا" (نوح:12) یعنی اگر تم اللہ سے اپنے عمل پر شرمندگی کا اظہار کرو، معافی مانگو اور اس کی اطاعت کرو تو وہ تمھاری دولت میں اضافہ کر دے گا اور آسمان سے تم پر بارش برسائے گا۔ اللہ تمہارے لئے زمین کے خزانے کھول دے گا اور تمھاری فصلوں کو بڑھا دے گا۔ اللہ تمھارے مویشیوں میں اضافہ کرے گا اور تمھاری دولت اور اولاد میں مزید اضافہ کر دے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تمھیں مزید دولت، اولاد اور باغوں سے نوازے گا جن میں طرح طرح کے پھل لگے ہوں گے۔ اور اللہ دریاؤں کے پانی کا رخ ان باغات کی جانب

موڑ دے گا۔ یہ ہے پیغام کو پہنچانے کا طریقہ کہ لوگوں کے لئے اس میں حوصلہ افزائی موجود ہو۔ لیکن پھر اللہ نے دعوت کو رد کئے جانے کی صورت میں ہونے والے نقصان کا ذکر کر کے اپنی بات کو متوازن کیا۔ اللہ نے فرمایا ،مَّا لَكُمْ لاَ تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَاراً" تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے" (نوح: 13)۔ اسی طرح ابن عباس نے فرمایا کہ "کیوں تم اللہ کی عظمت کا اظہار نہیں کرتے جس کا وہ حقدار ہے" یعنی کیا تمہیں اس کے عذاب اور غضب کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ہمارے پیارے رسول محمد ﷺ نے بھی لوگوں کو نجی اور عوامی سطح پر دعوت دی۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نجی سطح پر ملاقاتیں کرنے کے لئے اپنے معمول کے پروگراموں میں بلاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کو دین کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت دی وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے غلام زید رضی اللہ عنہ کو دعوت دی اور وہ بھی آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ ﷺ نے اپنے دوست حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دعوت دی اور وہ بھی آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ اس طرح آپ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت نجی محفلوں میں دیتے رہے، کچھ لوگ ایمان لائے جبکہ کچھ نے انکار کیا۔ اس دعوت کے نتیجے میں کئی لوگ ایمان لائے اور ان کی تعداد اس قدر ہو گئی کہ قریش کے لوگوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کے گھروں پر جاتے اور انہیں بتاتے کہ اللہ نے ان کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے قدرتی ملنے والوں کے حلقے سے باہر بھی نکلے اور لوگوں سے نجی سطح پر رابطہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عوامی سطح پر بھی دعوت دی جس کے ذریعے معاشرے کی سطح پر دعوت کو عام کیا جب اللہ نے ان سے یہ کہا کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ "پس آپ ﷺ اس حکم کو جو آپ ﷺ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے" (الحجر: 94)۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت نجی اور عوامی دونوں سطح پر پہنچائی اور قریش کو کوہ صفا پر بلوایا اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا تقاضا کیا۔ آپ ﷺ نے عوامی سطح پر فرد کے ساتھ ساتھ مختلف گروہوں کو بھی اسلام کی دعوت پہنچانا شروع کی۔ آپ ﷺ کا عوامی رابطہ کرنے کا انداز متحرک اور طاقتور تھا۔ آپ ﷺ نے عوامی سطح پر قریش کی، ان کے خداؤں، عقائد اور افکار کی مخالفت کی اور ان میں موجود جھوٹ، غلطی اور بد عنوانی کو واضح کیا۔ آپ ﷺ نے عوامی سطح پر ان عقائد پر حملہ کیا اور اس وقت کے ان تمام عقائد و افکار پر حملہ کیا جو اسلام کے مخالف یعنی کفریہ تھے۔ قرآن کی آیات ایک کے بعد ایک مسلسل آپ ﷺ پر آئیں جو خاص عقائد و افکار سے متعلق تھیں اور ان میں کفار کے مختلف طریقہ کار کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا جیسا کہ سود لینا، بچیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دینا، دھوکہ دہی، ناپ تول میں کمی اور بدکاری وغیرہ۔ ان آیات میں قریش کے سرداروں، ان کے آباؤ اجداد اور ان کی عقل کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا بلکہ ان کی تضحیک کی گئی اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے خلاف ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا۔ آپ ﷺ نے یہ تمام کام بغیر کسی مادی وسائل اور اسلحے کے، صرف ایک ہی چیز پر بھروسہ کرتے ہوئے اکیلے تن تنہا کیے اور وہ تھا اسلام کے پیغام پر مکمل ایمان، اعتماد اور بھروسہ۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی جانب سے کیے جانے والے نجی اور عوامی رابطوں کی بھی بذات خود نگرانی کی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے کی جانے والی نجی ملاقاتوں کی نگرانی کی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے لوگوں میں بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور وہ لوگ ان کی موجودگی کو پسند کرتے تھے اور ان سے اپنے مسائل کے حل کے لئے مشورے کیا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اثر و رسوخ کو عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ کو اسلام اختیار کرنے کے لئے استعمال کیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان تمام لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے جہاں انہوں نے اپنے ایمان لانے کی تصدیق کی اور نماز ادا کی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے عوامی سطح کے رابطوں کی بھی نگرانی پوری توجہ سے کی۔ مصعب رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیجا گیا جنھوں نے ایسا زبردست کام کیا کہ ایک سال میں ہی مدینہ پہلی اسلامی ریاست بننے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس بات کے باوجود کہ تعداد انتہائی کم تھی لیکن پھر بھی یہ ممکن ہوا۔ صرف ایک صحابی رسول ﷺ، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لوگوں سے مسلسل ملاقاتیں کافی ثابت ہوئیں کہ مدینہ اور اس کے معاشرے میں موجود افکار و جذبات مکمل طور پر بدل گئے۔ مدینہ کے عوام کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام نے مدینہ کے معاشرے پر بحثیت مجموعی زبردست اثر ڈالا اور ان کے افکار و جذبات مکمل طور پر تبدیل ہو گئے۔ یہ مثال واضح کرتی ہے کہ جب افراد اسلام قبول کرتے ہیں اور وہ لوگوں سے زبردست طریقے سے ملاقاتیں کرتے ہیں تو معاشرے کے

اکثریتی افراد میں ایک زبردست اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ مثال یہ بھی واضح کرتی ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان موجودہ تعلقات پر افکار و جذبات اثر انداز ہوں تو وہ مطلوبہ تبدیلی کی جانب لے جاتی ہے چاہے اس دعوت کے داعی کتنی ہی کم تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔ مدینہ کے لوگوں نے اپنے افکار میں موجود گمراہی کو جان لیا تھا اور وہ حق بات اور ایک دوسری طرز زندگی کو جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے مصعب بن عمیر کو مختصر وقت میں ہی اس دعوت کے متعلق مثبت جواب ملنے لگے۔ وہ عوامی سطح پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور اسلام کے تصورات اور احکام کو کھول کھول کر بیان کرتے تاکہ وہ اسلام کو اچھی طرح سے سمجھ جائیں۔ وہ لوگوں کے فوری ردعمل کو محسوس کر سکتے تھے اور انہوں نے لوگوں میں اسلام کو اختیار کرنے اور دین اسلام کو سیکھنے اور سمجھنے کی چاہت اور تیزی کو دیکھا اور اس صورتحال کو دیکھ کر وہ باغ باغ ہو جاتے تھے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تعداد کو بڑھتے اور پھیلتے ہوئے دیکھا اور اس بات نے ان کی ہمت بڑھائی کہ وہ مزید اس دعوت کے لئے اپنی کوششوں میں اضافہ کر دیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے عوامی رابطوں کے معاشرے پر اثرات کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ جب حج کا وقت آیا تو مصعب رضی اللہ عنہ مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے مدینہ کے مسلمانوں کی صورتحال اور ان کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اسلام کی شان و شوکت اور اس کے پھیلاؤ کے متعلق سوالات کئے تاکہ مدینہ کے معاشرے کی صورتحال کو جان سکیں۔ اور یہ کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے متعلق کیا باتیں کر رہے ہیں اور اسلام نے کس قدر ان کی روزمرہ کی زندگی میں مرکزی کردار حاصل کر لیا ہے۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تعداد اور ان کی طاقت کے متعلق معلومات رسول اللہ ﷺ کو فراہم کیں جن معلومات کے مطابق اسلام مدینہ کی سب سے بااثر طاقت بن چکا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چند مسلمانوں کے متعلق زیادہ تفصیل سے معلومات فراہم کیں جن کا ایمان مضبوط اور اسلام کی دعوت کو پہنچانے اور اللہ کے دین کا دفاع کرنے کی خواہش پہلے سے کہیں زیادہ ہو چکی تھی۔

آج پاکستان کے معاشرے میں اسلام سے متعلق انتہائی مضبوط رائے عامہ کو بہت آسانی سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے لوگوں نے جمہوریت اور آمریت کے جھوٹ اور دھوکے کو جان لیا ہے اور وہ اب اسلام کی جانب دیکھ رہے ہیں۔ اب یہ بات حیران کن نہیں رہی کہ جب کسی شخص سے پہلی بار ملاقات ہوتی ہے تو وہ خلافت کی چاہت کا اظہار کرتا ہے نہ کہ جمہوریت کے لئے۔ لوگ اسلامی انقلاب اور اسلام کے نفاذ کی ضرورت کے متعلق بات کر رہے ہیں بلکہ اب تو وہ خود سے ہی مختلف مسائل کا اسلام سے حل بھی پیش کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ لوگ اسلام کے داعیوں سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ معاشرے کو درپیش مختلف مسائل اور واقعات سے متعلق اسلام کا نقطہ نظر پیش کریں اور پھر وہ ان آراء کو جس حد تک ممکن ہوتا ہے آگے پیش بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں اب خلافت کے لئے کام کرنے والی جماعت اور اسکی کامیابی کی خواہش کے متعلق بات چیت بھی عام ہوتی جارہی ہے۔ اس زبردست ماحول میں اس پیغام کے داعیوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ لوگوں سے روابط قائم کرنے کی کوششوں میں مزید تیزی لے آئیں۔ یہ کوشش لوگوں کے ساتھ صرف ان کے قدرتی ماحول میں انفرادی یا گروہوں کی صورت میں نجی رابطے تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کو آگے بڑھاتے ہوئے اس تعلق کو عوامی سطح پر لے جانا ضروری ہے تاکہ اس دعوت کے لئے ہموار ہونے والی رائے عامہ اور آگاہی کو مزید مضبوط و مستحکم کیا جاسکے۔ اس پیغام کے داعیوں کو کسی بھی ایسے موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیے جہاں وہ لوگوں سے مل سکیں چاہے وہ بازار ہوں، مساجد ہوں یا گلی محلوں کی سڑکیں۔ مسلمانوں کے مسائل کے حوالے سے اسلام کی بنیاد پر بننے والی داعی کی رائے ہر اہم مجلس اور اجتماع میں سنی جانی چاہیے۔ لوگوں سے رابطے قائم کرنے کی کوشش ایک جامع منصوبے اور بھرپور قوت کے ساتھ ہونی چاہیے اور اس بات کا خیال رہے کہ یہ کام ایک معمول کا کام کسی صورت نہ بن جائے ورنہ اس کام میں جان ختم ہو جائے گی۔ لوگوں سے رابطے قائم کرنے کی کوشش کے بعد لوگوں کے جوابات پر سوچ بچار کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ جانا جاسکے کہ لوگ کس بات کو ابھی نہیں سمجھ سکے اور کس بات کو سمجھ چکے ہیں اور پھر اس بات کو جاننے کے بعد دلائل تیار کیے جائیں جس کے نتیجے میں لوگ اِن مسائل کو صحیح تناظر میں سمجھ سکیں اور واضح طور پر اسلام کے ساتھ جوڑ سکیں بلکہ ان باتوں سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے بہترین جگہ اور بہترین وقت کے انتخاب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے تاکہ عوامی رابطے کے اثرات کو زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جاسکے۔ لوگوں سے مضبوطی سے روابط پیدا کرنے کا عمل اور لوگوں کا اس پیغام کے متعلق ردعمل کا مشاہدہ وہ چیز ہے جو ایک داعی میں جوش و جذبہ پیدا کرتا ہے نہ کہ

بقیہ صفحہ 9 پر

سرمایہ داریت کی تلخ حقیقت: خشک سالی کے شکار تھر میں لوگ غربت کے مارے خودکشیاں کر رہے ہیں

تحریر: انجینئر سہام، پاکستان

چھاچھرو، تھر پاکستان سے دو گھنٹے کی مسافت پر ایک گاؤں سموبھیل میں تیس سالہ مروبھت نے 23 اگست 2014 کو اپنی زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ 2 ستمبر کو ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق، اس نے اپنے بچوں کے لئے کھانا فراہم کرنے میں ناکام ہو کر یہ قدم اٹھایا۔ اس کی موت کے فوراً بعد رپورٹرز اور سماجی کارکنوں نے اس کے گھر کا دورہ کیا جہاں انٹرویو کے دوران اس کے گھر والوں نے مسلسل مالی مسائل کو اس کی موت کی وجہ قرار دیا۔ 2011 میں اس جیسے چوبیس خودکشی کے مقدمات درج کئے گئے تھے جبکہ 2012 میں پینتیس۔ لیکن حکام کا کہنا ہے کہ اس سال یہ صرف سات مہینوں کے اندر اندر تھرپارکر ضلع میں خودکشی سے ہونے والی اکتیسویں موت ہے۔

ان خودکشیوں کو زیادہ تر، علاقے میں غربت میں اضافے سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ ایک معروف سماجی کارکن اور حصار فاونڈیشن کے چیف ایگزیکٹو آفیسر، ڈاکٹر سونو کنگھارانی کے مطابق ان خودکشیوں کی بنیادی وجہ غربت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "یہاں کئی عوامل ہیں، لیکن غربت ان میں سب سے نمایاں ہے اور یہ ایک ایسی ضرورت کی طرف اشارہ ہے جو مسلسل ادھوری ہے"۔ تھر میں کام کرنے والی ایک غیر حکومتی تنظیم، AWARE کے اعداد و شمار کے مطابق خودکشی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا شکار مرد اور عورت دونوں ہو رہے ہیں۔ AWARE کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر علی اکبر رحیمو کا کہنا ہے کہ "ہم پر صحیح اعداد و شمار نہ دینے کے لئے دباؤ ڈالا جاتا ہے، لیکن ان خودکشی کے واقعات کو علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ یہ ایک بڑے مسئلے کا حصہ ہیں، اور وہ ہے خشک سالی کی وجہ سے ہونے والی غربت"۔

ایشیائی انسانی حقوق کمیشن (AHRC) نے موجودہ سال کے ابتدائی تین مہینوں میں پاکستان کے ضلع تھر میں بھوک سے مرنے والے 193 بچوں کے بارے میں پریشان کن معلومات جاری کی ہیں۔ حکومتی حکام نے اس تعداد کا صرف نصف تسلیم کیا ہے جبکہ اس کو بھی مختلف بیماریوں سے منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آزاد ذرائع سے حتمی ثبوت ملتا ہے کہ ان تمام اموات کی وجہ شدید غربت اور سال بھر کی خشک سالی سے ہونے والے قحط میں پینے کے صاف پانی کی شدید قلت ہے۔ علاقے میں صحت کی سہولیات کی شدید کمی ہے۔ 1.5 ملین کی آبادی کے لئے صرف ایک 74 بستروں پر مشتمل ہسپتال ہے، جس نے صورتحال کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے اور قریبی اضلاع کی جانب ہجرت نے سنگین مصائب کھڑے کر دیے ہیں۔

ان حالات میں کہ جب مرد اور عورتیں خودکشیاں کر رہے ہیں، بچے بھوک اور پیاس سے مر رہے ہیں، صوبائی اور وفاقی حکومتیں ایک دوسرے پر انگلیاں اٹھانے میں مصروف ہیں۔ تھر کے ریگستانی علاقے میں خشک سالی کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ یہاں کے مسائل کا ایک مستقل حل نکالا جائے، حکومت نے محدود فنڈز اور وسائل کے ساتھ یہ کام غیر سرکاری فلاحی تنظیموں پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ وہ ملک ہے جو گندم کی پیداوار میں دنیا میں آٹھویں نمبر پر ہے، جہاں سالانہ 25 ملین میٹرک ٹن گندم اگائی جاتی ہے اور لگ بھگ یہی رینکنگ مجموعی طور پر زراعت کی پیداوار میں دنیا میں پاکستان کو حاصل ہے! اس صورتحال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصل مسئلہ وسائل کی تقسیم اور ایک ایسی حکومت کی غیر موجودگی ہے جو لوگوں کے امور کی نگرانی اور دیکھ بھال کرے نہ کہ وسائل کی کمی۔

دراصل مسئلہ کی جڑ اس سرمایہ دارانہ نظام میں مضمر ہے جس نے دولت اور وسائل کی تقسیم کو قیمتوں کے نظام (price mechanism) کے تابع کر رکھا ہے۔ سرمایہ داریت کا وسائل کی محدودیت (Scarcity of resources) کا اصول دنیا بھر میں انسانی مصائب، بھوک و افلاس کی اصل وجہ ہے۔ بنیادی ضروریات اور آسائشوں کے درمیان فرق نہ کر کے سرمایہ دارانہ نظام اس تصور کو برقرار رکھتا ہے کہ خواہشات لامحدود ہیں اور وسائل محدود، لہٰذا انسانوں کی خواہشات کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ کہہ کر لوگوں کی بنیادی ضروریات کو بھی قیمتوں کے نظام (price mechanism) کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے، اس طرح وہی باقی رہے گا جو طاقتور ہو اور اپنے آپ کو بچا سکے۔

یہ سرمایہ دارانہ نظام ہی ہے جو جمہوری حکومتوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ لوگوں کی بنیادی

ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری کو نظرانداز کریں۔ اور پیوند کاری کر کے، صحت اور تعلیم کے مسائل کی دیکھ بھال غیر سرکاری تنظیموں پر چھوڑ دی جاتی ہے، جن کے پاس ان بنیادی مسائل کو ختم کرنے کے لئے نہ تو افرادی قوت ہے اور نہ ہی مکمل وسائل۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انڈیا میں جہاں 67 سال سے زائد عرصے سے مسلسل جمہوریت کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام نافذ ہے، پھر بھی وہ غربت ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ آج وہاں کی 30 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے رہ رہی ہے، جہاں غربت کا معیار یہ ہے کہ کسی شخص کا ایک دن کا خرچ ایک ڈالر سے بھی کم ہو تو اسے غریب تصور نہیں کیا جاتا! اور اس کے برعکس دنیا کے ارب پتیوں کی فہرست میں بھارتی ارب پتیوں کی تعداد مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔

یہاں تک کہ امریکہ اور برطانیہ جیسے ممالک میں بھی، جہاں یہ نظام اب 150 سالوں سے بھی زائد عرصے سے نافذ چلا آرہا ہے، دولت کے ارتکاز نے غربت اور بے گھری(homelessness) کو بڑھادیا ہے۔ برطانیہ میں، غذا کی غربت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ غذائیت کی کمی (malnutrition) وہاں بہت تیزی سے عام ہو رہی ہے۔ 12 ماہ کے اندر غذائیت کی کمی کی وجہ سے ہسپتال میں داخل شہریوں کی تعداد میں 19 فیصد اضافہ ہوا ہے اور تقریباً ہر تین میں سے ایک برطانوی خاندان اب روٹی کی لکیر(breadline) سے نیچے زندگی بسر کر رہا ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ اسی مدت کے دوران برطانیہ کی معیشت کے حجم میں دگنا اضافہ ہوا ہے۔ نومبر 2012 میں امریکی ادارہ برائے مردم شماری (US Census Bureau) کے مطابق امریکہ کی 16 فیصد سے زائد آبادی غربت کا شکار ہے، جن میں تقریباً 20 فیصد امریکی بچے شامل ہیں۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق بچوں میں غربت ریکارڈ سطح تک پہنچ چکی ہے، جہاں 16.7 ملین بچے ایسے گھروں میں مقیم ہیں جو

انڈیا میں جہاں 67 سال سے زائد عرصے سے مسلسل جمہوریت کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام نافذ ہے، پھر بھی وہ غربت ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ آج وہاں کی 30 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے رہ رہی ہے، جہاں غربت کا معیار یہ ہے کہ کسی شخص کا ایک دن کا خرچ ایک ڈالر سے بھی کم ہو تو اسے غریب تصور نہیں کیا جاتا!

غذائی طور پر غیر محفوظ ہیں۔

اس کے برعکس اسلام نے خوراک، رہائش اور لباس کو ایک فرد کی بنیادی ضروریات قرار دیا ہے، جبکہ صحت، تعلیم اور تحفظ کی فراہمی کو اجتماعی طور پر معاشرے کی بنیادی ضروریات بتایا ہے، جن کی تکمیل اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ "بنی آدم کا ان تین چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں: رہنے کے لئے گھر، ستر کو ڈھانپنے کے لئے کپڑا اور روٹی و پانی" (امام ترمذی سے روایت ہے جنہوں نے اس حدیث کو حسن صحیح بتایا ہے)۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اسلام میں خلفاء کی تگ و دو کو دیکھتے ہیں جو ریاست خلافت کے تمام شہریوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک دفعہ جب عمر رضی اللہ عنہ رات کے گشت پر تھے اور ان کا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں بچے رو رہے تھے اور ایک عورت بظاہر اپنے بچوں کے لئے کھانا پکا رہی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے غور کیا تو دیکھا وہ عورت بچوں کو جھوٹی امید دلانے کے لئے پتھروں کو پکا رہی تھی۔ جب انہوں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ وہ کیا کر رہی ہے تو اس نے کہا کہ چونکہ خلیفہ عمر نے بیت المال سے کھانا تقسیم نہیں کیا، میرے بچے بھوکے ہیں اور میں انہیں بہلا رہی ہوں کہ جیسے کھانا پک رہا ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر عمر کو تمہاری حالت کے بارے میں معلوم نہ ہو، تو اس عورت نے جواب دیا کہ اگر انہیں ہماری حالت کا پتا نہ ہو تو وہ قیامت کے روز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو کیا جواب دینگے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اپنے خادم کے ہمراہ بیت المال پہنچے جہاں انہوں نے اسے اپنے کندھے پر گندم کی ایک بوری رکھنے کا حکم دیا۔ خادم نے پوچھا، یا امیر المؤمنین آپ کیا چاہتے ہیں میں اسے آپ کے کندھے پر رکھوں یا اپنے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں میرے کندھے پر۔ عمر رضی اللہ عنہ اناج خود لے کر گئے اور خود ہی

پکایا۔ وہ ایک سرد رات تھی تو خادم نے خلیفہ سے درخواست کی کہ اب وہ واپس چلیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک میں ان کو کھاتا، کھیلتا اور مسکراتا ہوا نہ دیکھ لوں جس طرح میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا۔

اسی طرح جب 17-18 ہجری میں جب حجاز اور شام میں شدید قحط اور خشک سالی کا سامنا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر سے خوراک منگوانے کے لئے اقدامات اٹھائے۔ انہوں نے والی مصر کو مدد بھیجنے کا حکم دیا، جس پر اناج سے بھرے تین بڑے جہاز مدینہ روانہ کئے گئے، جنہیں عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اتارا گیا اور انہوں نے خود ضرورت مندوں میں اناج تقسیم کیا۔ قحط کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی قسم کے خصوصی کھانے جیسے مکھن نہیں لیا، اور جب ان سے ان کی صحت کے خیال کرنے کا کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ "اگر میں خود مصائب کو نہیں چکھوں گا تو میں دوسروں کی مشکلات کو کیسے جانوں گا؟"۔

آج حکومت کی غفلت واضح نظر آتی ہے۔ جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھنٹوں میں متحرک ہوتے، وہاں یہ حکومت مہینوں سالوں میں بھی کچھ کرتی نظر نہیں آتی۔ خشک سالی پر ایک پالیسی حال ہی میں صوبائی حکومت کی جانب سے متعارف کرائی گئی ہے، لیکن ڈاکٹر کنگھارانی جو اُن کمیٹی ممبران میں شامل ہیں جنہوں نے اس پالیسی پر کام کیا ہے، ان کو کوئی امید نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "آنے والے مہینوں میں کچھ نہیں ہو سکتا، فی الحال ہم انتظار کر رہے ہیں کہ مرتب کی گئی پالیسی کو اسمبلی میں منظور کیا جائے۔"

خلافت نہ صرف ریاست کے اندر رہنے والے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے امور کی دیکھ بھال کرتی تھی بلکہ اپنی سرحدوں کے باہر انسانیت کے مصائب کے خاتمے کے لئے بھی کوششیں کرتی تھی۔ 1845 میں عظیم آئرش قحط (Great Irish Famine) کے نتیجے میں دس لاکھ سے زائد اموات واقع ہوئیں۔ عثمانی خلیفہ سلطان عبد المجید نے آئرش کسانوں کو 10,000 اسٹرلنگ بھیجنے کے ارادے کا اعلان کیا (جو آج کے 2 ملین امریکی ڈالر سے بھی زیادہ ہے)، لیکن ملکہ وکٹوریہ نے یہ درخواست کی کہ سلطان صرف 1,000 اسٹرلنگ بھیجیں، چونکہ اس نے خود صرف 2,000 اسٹرلنگ بھیجے تھے۔ سلطان نے 1,000 اسٹرلنگ بھیج دئے لیکن ساتھ میں خفیہ طور پر خوراک سے بھرے تین جہاز بھی بھیجے۔ انگریزی عدالتوں نے بحری جہازوں کو روکنے کی کوشش کی، لیکن خوراک کو Drogheda بندرگاہ پر پہنچا دیا گیا جہاں عثمانی خلافت کی بحریہ انہیں چھوڑ آئی۔ اس کی وجہ سے آج بھی آئرش لوگ، خصوصاً Drogheda کے لوگ، ترکی کے مسلمانوں کے متعلق دوستانہ جذبات رکھتے ہیں۔

اسی وجہ سے مغربی مفکرین اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے علمبرداروں تک نے بھی اسلامی ریاست خلافت کو حکمرانی کے ایک ماڈل کے طور پر سراہا ہے۔ یہاں تک کہ اٹھارویں صدی میں جدید معاشیات کا بانی ایڈم سمتھ، جس کی تصویر برطانیہ کے موجودہ 20 پاؤنڈ کے نوٹ پر بھی چھپی ہوئی ہے، اسلامی طرزِ حکمرانی سے شدید مرعوب تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "خلفاء کی سلطنت دنیا کی وہ پہلی ریاست ہے جس کے تحت دنیا نے اس حد تک خوشحالی دیکھی جس کی کہ سائنس کی ترقی کو ضرورت ہے"۔ آج دنیا کو ریاستِ خلافت کی واپسی کی ضرورت ہے، صرف اس ہی کے ذریعے لوگوں کو تاریکی اور سرمایہ داریت کی بربادی سے نکالا جا سکتا ہے۔ اور صرف خلافت ہی کے ذریعے انسان بحیثیت اشرف المخلوقات، دنیا میں اپنے صحیح مقام پر پہنچ سکے گا جہاں دنیا امن، انصاف اور خوشحالی دیکھے گی۔

بقیہ صفحہ 6 سے

اس کا علم یا تجربہ۔ لوگوں سے مضبوط تعلق پیدا کرنے کی کوشش ہی اُس کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ مزید علم حاصل کرے تاکہ لوگوں کے سوالات کا جواب دے سکے۔ اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر لوگوں سے روابط پیدا کرنے کی کوشش اس مقصد اور اس پیغام پر مکمل اعتماد کے ساتھ ہونی چاہیے اور اس بات پر ایمان کے ساتھ کے اس عمل کا نتیجہ اور اجر صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یہ تمام اعمال اختیار کرنے سے انشاء اللہ لوگوں کی آگاہی کے پیمانے میں تیزی سے اضافہ ہوگا۔

خلافت کے قیام کا منصوبہ تیزی سے اپنی منزل کی جانب بڑھتا چلا جا رہا ہے اور لوگ بھی اس کے جلد قیام کو محسوس کر رہے ہیں چاہے ان کا تعلق اس امت سے ہو یا وہ جو اس منصوبے کے مخالف ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی کوششوں میں مزید تیزی لائیں اور معاشرے کو خلافت کے قیام سے قبل جس قدر مضبوط کیا جا سکتا ہے کیا جائے۔ ہر تکلیف کے بعد امید ہے اور مشکل کے بعد آسانی ہے اور ہر درد کے بعد خوشخبری ہے اور لمبے عرصے تک مصائب سے گزرنے کے بعد راحت ہے۔ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِاللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ "اور اس روز مسلمان شادمان ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اصل غالب و مہربان وہی ہے" (الروم: 4-5)۔

خلافت کو قائم کرو جو مسلمانوں کو ہندو ریاست کی بالادستی سے نجات دلائے گی

ابنِ نُصرہ

سیکولر آزاد خیال مغرب اپنے آپ کو دنیا کے سامنے اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ وہی درست عقلی طرزِ فکر پر عمل پیرا ہے، جبکہ وہ اسلام کے ماننے والوں کو اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ وہ بے معنی اور توہمات پر مبنی خیالات کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے وہ عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں موڑنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ مسلم دنیا میں اپنی جنگی مداخلت اور مسلمانوں کے متعدد علاقوں پر اپنے قبضے کا جواز پیش کر سکے۔ مغرب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی معقولیت ایک واضح امر ہے اور وہ ہر کسی کے ساتھ کھُلی بحث و گفتگو کے لیے تیار ہے، لیکن مسلمانوں کے غیر عقلی و غیر معقول مطالبات کی وجہ سے ان کے ساتھ بحث ممکن نہیں، اس لئے جنگ ہی واحد آپشن باقی بچتی ہے۔

مغرب کا اسلام کے متعلق نقطۂ نظر بالکل غلط ہے۔ بلا شبہ اسلام کی اساس ایک جامع فکر پر ہے جو عقلی دلائل پر مبنی ہے۔ درحقیقت یہ مغرب ہی ہے جس کے عقلی دعوے کی سچائی پر سوال اٹھنا چاہئے۔ موجودہ مغربی تہذیب فکری طور پر ایک کمپرومائز یا سمجھوتے پر کھڑی ہے، جو کہ یورپ کی تاریخ کے دوران شدید انتشار اور افراتفری کے دور میں عُجلت میں سطحی طور پر اپنایا گیا تھا۔ اس سمجھوتے کے تحت، مغرب نے اپنے معاشرے اور ریاست کی عیسائی بنیاد کو مسترد کر دیا اور عیسائیت کے بارے میں انتہائی منفی نقطہ نظر کو اپنالیا۔ اس نقطہ نظر نے مغرب میں یہ رجحان پیدا کیا کہ وہ اسلام سمیت تمام مذاہب کو عقلی بنیاد سے عاری تصور کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ مذاہب فکر اور عمل کے لیے عقلی بنیاد فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ یہاں پر غلطی مذہب کی نہیں ہے بلکہ مغرب کے گنجلک سمجھوتوں کی ہے۔

عیسائیت کی مشکلات:

ہزاروں سال سے مغرب نے عیسائیت کے مطابق زندگی گزاری۔ اگرچہ اب وہ اُس زمانے کو 'تاریک دور'(dark ages) سمجھتے ہیں، جبکہ وہ دور مغربی زندگی کے استحکام اور نشوونما کا دور تھا۔ عیسائیت نے انھیں اعلیٰ اقدار ،زندگی کے اُصول، عزت اور وقار کے تصورات اور اخلاقی، انسانی اور روحانی بلندی بخشی۔ یہ سچ ہے کہ عیسائی قومیں اُس اسلامی خلافت کے مقابلے میں مادی طور پر پسماندہ ہی رہیں، جو اِس دورانیے میں زیادہ تر عرصے دنیا کی واحد سُپر پاور کے طور پر غالب رہی، یا شائد اس رومی سلطنت کے موازنے میں جو اس سے قبل موجود تھی ۔ بہرحال، ریاستِ خلافت کی کھُلی اور آزادانہ تجارتی پالیسی نے، جو کہ نہ سامراجی اور نہ ہی استحصالی تھی، یورپی تاجروں کے لیے مواقع مہیا کیے اور یورپ کے معیارِ زندگی کو بُلند کیا اور ان کو دور دراز علاقوں کی مشرقی اجناس اور کاریگروں سے بھی روشناس کرایا، جس کی وجہ اسلامی ریاست کی انتہائی موثر(efficient) داخلی مارکیٹ تھی۔ مزید برآں، ریاستِ خلافت کی طرف سے فوجی مقصد کے استعمال کی ٹیکنالوجی کے علاوہ دیگر ٹیکنالوجی کی منتقلی میں نہ تو کوئی رکاوٹ تھی اور نہ ہی اسلامی ریاست نے کسی قسم کی حقِ اشاعت (کاپی رائیٹ) یا سندِ حقِ ایجاد (patenting) کے قوانین لاگو کر رکھے تھے کہ جن کے ذریعے ریاستِ خلافت اس فکر و ذہانت کو مغربی دنیا میں پھیلنے سے روکتی جو اسلامی تہذیب کے ثمرات کے پسِ پردہ کارفرما تھی۔

عیسائیت کو سب سے بڑے چیلنج کا سامنا اسلام سے نہیں بلکہ اندرونی طور پر تھا۔ ملحد یورپی مفکرین جو کہ ایک عرصے سے یورپ میں موجود تھے، نے یورپ میں پیدا ہونے والے حکمرانی کے شدید تنازعے سے فائدہ اُٹھایا۔ اس تنازعے نے رومن کیتھولک چرچ کے خلاف شمالی یورپی پروٹسٹنٹس (Protestants)کی پُر تشدّد بغاوت سے جنم لیا تھا۔ یورپ باہمی جنگوں کے نتیجے میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، جس میں سب سے اہم وہ تیس سالہ جنگ ہے جس کو صرف ویسٹفیلیا(Westphalia) کے امن

سے ہی روکا جا سکا، یہ حقیقت پرستی پر مبنی اتفاق رائے تھا کہ جس کے تحت مختلف یورپی ریاستوں کی حالیہ صورتِ حال یعنی ریاستوں کی فرقوں کے لحاظ سے اس تقسیم کو نہ چاہتے ہوئے بھی قبول کیا گیا، یوں ہر ریاست نے اپنی مرضی کے عیسائی فرقے کو اپنا لیا۔ یورپی حکومتیں نہ صرف بیرونی حملوں کی وجہ سے کمزور پڑ چکی تھیں بلکہ ان کی کمزوری کی اہم وجہ یہ تھی کہ ہر ملک کے اندر کئی فرقے پیدا ہو چکے تھے اور اس کے نتیجے میں اندرونِ خانہ بغاوتیں جنم لے رہی تھیں۔ عیسائیت کو ایک ہی جغرافیائی خطے میں متعدد اور مختلف الانواع کے مذہبی فرقوں کے مسئلے کا اتنے بڑے پیمانے پر اس سے پہلے کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

یورپی معاشرے کے اندر ایک طویل عرصے سے دھریے (Atheists) کینسر کی طرح موجود تھے۔ دہریت نے دیکھا کہ اِتنے بڑے پیمانے کی داخلی کمزوری کے دور میں اس کے لیے ایک سنہری موقع ہے اور اس نے تیزی سے اپنی جڑیں پورے یورپی براعظم میں پھیلا لیں بلکہ یہ یورپ سے باہر بھی پھیلنے لگا۔ ملحدوں نے مغرب کے مشرکانہ ماضی اور روم و یونان سے حاصل کردہ فلسفوں کی بنیاد پر اپنا مشہور مادی نظریہ پیش کیا، اور یہ دعوٰی کیا کہ دنیا لازوال اور ابدی اور خود مختار ہے اور اس کا انحصار اپنے آپ پر ہی ہے اور اسے کسی خالق یا تخلیق کی حاجت نہیں۔ اِس مادی بنیاد پر انہوں نے ایک سیاسی نظریے کی تشکیل دی جس نے یورپی عیسائی حکمرانی کے پورے ڈھانچے کو ہی چیلنج کر دیا۔ اگر کائنات کا کوئی خالق نہیں تو انسان خود مختار اور اپنی مرضی کا مالک ہے، آزاد اور باقی تمام انسانوں کے مساوی ہے۔ پس پادریوں اور اشرافیہ کی درجہ بندیوں (hierarchies) کو منہدم کیا جائے اور جمہوریت اور آزادی کے اصولوں پر معاشرے کی تشکیلِ نَو کی جائے۔ یہ ایک طاقتور ایجنڈا تھا، چونکہ مذہب بھی برابری اور عدل کی بات کرتا تھا، چنانچہ برابری اور عدل کی اس بات نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا اور ساتھ ہی ساتھ اس ایجنڈے نے شرفاً اور پادریوں کی معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعنوانی اور ظلم کو نشانہ بنایا، جنہیں طویل عرصے سے یورپی معاشرے پر مضبوط کنڑول حاصل تھا۔

عیسائی مفکرین کو فوری طور پر عیسائیت کی فرقہ وارانہ تقسیم سے نمٹنا پڑا۔ اور ساتھ ہی ساتھ شرفاً اور پادریوں سے متعلق تنقید کا اعتراف کرتے ہوئے ملحدوں کی مادہ پرست سوچ کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اس صورتِ حال کے ردِ عمل میں انہوں نے جو حل پیش کیا وہ ایک سمجھوتے پر مبنی تھا جو مذہب اور جمہوریت و آزادی کی نئی سیاست کے درمیان جلد بازی میں طے کیا گیا تھا۔ یہ حل کہتا تھا کہ انسان کو اللہ نے تخلیق کیا ہے لیکن اللہ نے انسان کو دانشورانہ صلاحیت دی ہے کہ وہ اِس دنیا میں اپنا نظام خود عقلی طور پر تشکیل دے سکتا ہے، جس کے لیے وہ وحی کا محتاج نہیں ہے۔ پہلے قدم کے طور پر، سمجھوتہ کرنے والوں نے ایک مطلق آزادی کے بجائے ایک اعتدال پسند عیسائیت کو اپنانے اور جمہوریت کے بجائے مخلوط مشترکہ حکومتی نظام کو اپنانے کی کوشش کی۔ لیکن آخر کار مادیت کا خطرہ بے پناہ حاوی ثابت ہوا اور جمہوریت اور آزادی کے نظریات کو کھلا راستہ دینا پڑا۔ عیسائی مذہب کو مادہ پرستوں کے سیاسی نظریے کے ماتحت جوڑ دیا گیا۔

یورپ کے معاملات میں عیسائیت کا مرکزی کردار تقریباً ختم ہونے کو تھا۔ اگرچہ الحادی مادی عقیدہ بھی مضبوطی کے ساتھ مسترد کر دیا گیا تھا، لیکن ایسا کرنے کی قیمت زندگی سے مذہب کی علیحدگی کی صورت میں چکانا پڑی۔ چرچ اور پادری موجود تو رہیں گے لیکن آزادی کے نام پر، ان کا کردار مذہب کو ماننے والوں کی انفرادی اور ذاتی زندگیوں تک محدود ہوگا، جس حد تک لوگ یہ کردار چاہیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اشرافیہ کے حقِ حکمرانی کو جمہوری حکومت پر قربان کر دیا گیا اور یورپ بھر میں شہنشاہیت نے جمہوری ریاستوں کے لیے راستہ خالی کر دیا۔

جھوٹے عقلی طریقِ کار (Rationalism) سے جھوٹے تجرباتی طریقہ کار (Empiricism) تک کا سفر:

مادیت کے پراپیگنڈے کے سامنے عیسائی عقیدے کی فکری کمزوری نے مغرب میں اس سوچ کو پروان چڑھایا کہ تمام مذاہب فکری لحاظ سے بے بنیاد ہیں اور مذہب اس قابل نہیں کہ وہ دنیا کے متعلق ایک درست اور معقول فکری نقطہ نظر فراہم کر سکے۔ لیکن یہ سوچ اس بات کو نظر انداز کرتی ہے کہ دراصل یہ عیسائی تھے جنہوں نے اپنے عقیدے کو پیش کرنے میں غلطیاں کیں۔ اگرچہ عیسائیت نے اپنے عقیدے کی بنیاد فکری طریقے پر رکھنے کی کوشش کی، مگر اُن کے

طریقے میں ایک بنیادی کمزوری تھی۔ اور ملحدوں نے مادیت پر مبنی ایجنڈے کو پیش کرنے میں اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔

عیسائی مفکرین نے بارہا خالق کے وجود کے عقلی دلائل پیش کئے تھے، یہ دلائل اس کے مطابق تھے جو آج عقلی طریقہ کار یا 'ریشنلزم' کہلاتا ہے، لیکن عقلی طریقہ کار کے متعلق ان کی سمجھ یونان کے deductive logic کے ریاضیاتی طریقے تک محدود تھی۔ یہ deductive طریقہ کار عقلی سوچ کا صرف ایک خاص انداز ہے، جو کسی سائنسی مفروضے کو تشکیل دینے، یا کسی تسلیم شدہ مفروضے سے نئے نتائج نکالنے کے لئے توکار آمد ہے، مگر یہ deductive logic ایک قطعی فکری یقین فراہم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ عیسائی بظاہر deductive logic کی جامعیت اور گہرائی سے متاثر ہوئے، اس بات کو سمجھے بغیر کہ اسکے استعمال کی کیا حدود ہیں۔

deductive طریقہ کا انحصار اس چیز پر ہے کہ کچھ عمومی اور مطلق بنیادیں (general and absolute premesis) بنائی جاتی ہیں، جن کو منطقی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مفروضے کے طور پر لیا جاتا ہے، اور یہ مفروضے کبھی کبھی کئی مراحل کے بعد مخصوص نتائج پر منتج ہوتے ہیں، ان نتائج کی قابل محسوس طریقے سے تصدیق کی جاسکتی ہے، مثال کے طور پر ایک سائنسی تجربے کے ذریعے۔ اخذ کردہ نتائج کی بار بار اور الگ الگ تصدیق ابتدائی مفروضوں کے درست ہونے کے امکان کو مضبوط کرتی ہے۔ ایک ثبوت کی حیثیت سے اس طریقے کا استعمال ان ابتدائی مفروضوں کے درست ہونے پر منحصر ہے، نہ کہ اخذ کردہ نتائج کے درست ہونے پر۔ مزید برآں، اس طرز کو اختیار کر کے ابتدائی مفروضوں کو مکمل یقین کے ساتھ کبھی ثابت ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اس لئے کہ اخذ کردہ نتائج ان مفروضوں کے صرف جزوی نتائج ہیں۔ مفروضے اگر غلط بھی ہوں تب بھی ہوسکتا ہے کہ نتیجہ اپنے تئیں درست ہو۔ اس لئے سائنسی تھیوریوں کے بارے میں، کہ جہاں یہ طریقہ اصل میں استعمال کیا جاتا ہے، یہ کہا جاتا ہے کہ ایک تھیوری کو قطعی طور پر غلط تو ثابت کیا جاسکتا ہے مگر قطعی طور پر صحیح ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ مفروضوں کو عمومی اور مطلق انداز میں بیان کرنے کا مطلب ہے کہ اسکے نتائج لاتعداد ہونگے اور چونکہ یہ ناممکن ہے کہ تمام نتائج کی توثیق کی جاسکے، اس لئے ان مفروضوں کی قطعی توثیق بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا ان کی حیثیت مفروضے یا تھیوری کی ہی رہتی ہے، یا ان کو قانون بھی کہا جاسکتا ہے لیکن صرف اعتماد کے درجے کے مطابق، جس میں کبھی بھی قطعی یقین کے درجے تک نہیں پہنچا جاسکتا۔

deductive logic کے طریقے کو استعمال کرتے ہوئے عیسائیوں نے خالق کے وجود اور عقیدے کے دیگر معاملات کے کچھ 'ثبوت 'وضع کیے تھے۔ لیکن ان نام نہاد ثبوتوں میں دریافت ہونے والی متعدد غلطیاں عیسائی پادریوں کے ایک دھڑے کو اس سوچ کی طرف لے گئیں کہ مذہب کو عقل کے ذریعے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ آخری دھچکا اس وقت لگا جب خالق کے انکاری مفکرین نے اپنے مادہ پرست عقیدے اور سیاسی نظریئے کو اسی deductive logic کے طریقے کو ہی استعمال کرتے ہوئے پیش کیا۔ عیسائی انکے 'ثبوتوں' کی مضبوطی سے دنگ رہ گئے۔ شروع شروع میں تو وہ اس میں غلطیاں نکال ہی نہ سکے اور پھر وہ عمومی طور پر یورپی معاشرے کے سامنے ان غلطیوں کو اس انداز سے نہ دکھا سکے کہ یورپی معاشرے کو قائل کرسکیں۔

یہ وہ وقت تھا جب کچھ عیسائی مفکرین اس صورتحال کے فوری علاج کے لئے آگے بڑھے اور انہوں نے سابقہ مذہبی علماء کی سوچ کو آگے بڑھایا جو یہ سمجھتے تھے کہ مذہب کو عقل سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے عقلیت (rationalism) کو ایک فکری طریقے کی حیثیت سے مکمل طور پر مسترد کر دیا اور اس کی جگہ وہ پیش کیا جسے تجرباتی طریقہ کار 'empiricism' کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کے مطابق عقل صرف قابل محسوس اور قابل مشاہدہ حقیقت تک محدود ہے اور اسے اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ وہ احساس سے ماورا چیزوں کے بارے میں کوئی نتیجہ نکال سکے۔ اس 'empiricism' کے طریقے کو استعمال کرتے ہوئے انہوں نے مادہ پرست سوچ کو دو حصوں میں تقسیم کیا: **اول:** مادہ پرست عقیدے کی کوئی بھی بحث فکری طور پر درست نہیں کیونکہ یہ اس موضوع سے ٹکراتی ہے جو احساس سے ماورا ہے یعنی خالق کا وجود ہونے یا نہ ہونے کے موضوع سے، لہٰذا یہ

عقل کے دائرے سے باہر ہے۔ دوم: جمہوریت اور آزادی کے سیاسی نظریئے کی بحث کو فکری گفتگو کا موضوع بنایا جا سکتا ہے کیونکہ یہ صرف اس دنیا کی زندگی سے متعلق ہے۔

عقل کے استعمال کو صرف سیاسی نظریئے کے موضوع تک محدود کرنے سے مخلص عیسائیوں نے سوچا کہ وہ عیسائی عقیدے کی حفاظت کر رہے ہیں جو کہ درست فکری غور وخوض کے دائرے سے ہمیشہ باہر رہے گا، لیکن یوں اگرچہ انہوں نے کسی حد تک عیسائی عقیدے کو محفوظ کر لیا تھا، لیکن اس کی تکلیف دہ قیمت یہ تھی کہ انہوں نے اس عقیدے کے استعمال کو زندگی کے امور سے علیحدہ کر دیا تھا کیونکہ زندگی کے معاملات کا تعین اب عقل سے کیا جائے گا، الہامی وحی سے نہیں۔ انہوں نے خالق کے انکار کرنے والوں کا مادہ پرست عقیدہ مسترد کر دیا تھا لیکن اس عقیدے سے پھوٹنے والے جمہوریت اور آزادی کے سیاسی نظریئے کو اختیار کرنے کا راستہ کھول دیا۔ یہی مذہب کا زندگی سے علیحدگی کا ایک عجیب سمجھوتہ ہے جو گزشتہ تین صدیوں میں مغربی تہذیب کی بنیاد بنا ہوا ہے۔

صرف مذہب ہی فکری طور پر درست سچ ہے:

نہ ہی rationalism کا طریقہ کار، جیسا کہ اسے یورپ میں سمجھا گیا اور نہ ہی تجرباتی طریقہ کار empiricism درست ہے۔ سب سے پہلے تو عیسائی خالق کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے deductive logic کے استعمال میں ہی غلط تھے۔ deductive logic ان معاملات کو قطعی طور پر ثابت ہی نہیں کر سکتی۔ جبکہ دوسری طرف ہمارے عمومی سوچنے کے طریقے کی وضاحت کے لئے تجرباتی طریقہ کار empiricist methodology بھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارا روز کا معمول ہے کہ ہم اَن دیکھے معاملات کے بارے میں بھی ان چیزوں کی بنیاد پر نتائج اخذ کرتے ہیں جن کو ہم نے براہ راست دیکھا ہے۔ درست یہ ہے کہ تجرباتی طریقہ کار کو سوچ کی ایک مخصوص قسم کے طور پر گردانا جائے جو کہ سائنسی مفروضوں اور تجربات پر لاگو ہوتی ہے۔

عیسائیوں کو اس طرزِ عمل سے سیکھنا چاہیے تھا جو اسلام عمومی عقلی غور وفکر کے استعمال کے بارے میں اختیار کرتا ہے تاکہ اِس ناقابل تردید نتیجے تک پہنچا جائے کہ خالق موجود ہے۔ انسانی عقل اس بات کی کافی صلاحیت رکھتی ہے کہ وہ ایک مخصوص قابلِ محسوس حقیقت سے کسی مخصوص فکری نتیجے پر، ایک حتمی انداز میں، عقلی طور پر پہنچ سکے، خواہ یہ نتیجہ اس چیز سے متعلق ہی کیوں نہ ہو جو قابلِ محسوس حقیقت سے ماورا ہے۔ اس کے لئے نہ ہی deduction یا induction طریقہ کار کی ضرورت ہے، اور نہ ہی سوچ کو عمومیت دینے کی (abstract generalization) کیونکہ ایک شخص ایک مخصوص معاملے سے ایک مخصوص معاملے تک عمومیت کو استعمال کیے بغیر پہنچ سکتا ہے، مثال کے طور پر وہ کتاب جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ میں اسے اپنے کمرے کی میز پر چھوڑ کر گیا تھا، اگر مجھے نہیں مل رہی تو اس کا قطعی طور پر یہ مطلب ہے کہ کوئی اسے لے گیا ہے۔ یوں ایک مخصوص قابلِ محسوس حقیقت مجھے ایک مخصوص عقلی نتیجے تک مکمل یقین کے ساتھ پہنچاتی ہے، ایک ایسا نتیجہ جو کہ قابلِ محسوس حقیقت سے ماورا ہے، بغیر کسی عمومیت، ڈی ڈکشن یا ان ڈکشن یا abstractions کے۔

خالق کا وجود ایک مخصوص معاملہ ہے، جب ہم اس دنیا میں کہ جس میں ہم رہ رہے ہیں، اپنے سامنے مخصوص مادی ثبوتوں پر غور وخوض کرتے ہیں تو ہم قدرتی اور لا محالہ طور پر اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ خالق کا وجود ہے۔ ہمیں ایسے عمومی یا مطلق مفروضے قائم کرنے کی ضرورت نہیں کہ جنہیں ثابت نہ کیا جا سکے۔ یہ ممکن ہے کہ عقلی طور پر یقین کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جائے کہ ایک پہاڑ، درخت، بادل، پرندہ، سیارہ، ستارہ یا خود انسان، ہر کوئی ایک محدود قدرت و طاقت کا حامل ہے۔ فی الواقع یہ ممکن نہیں کہ محدود قدرت کی بنا پر یہ ہمیشہ سے اسی طرح موجود تھے یا یہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے، لہٰذا بغیر کسی شک کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب تخلیق کردہ ہیں۔ صرف ایک مخلوق کا وجود بھی قطعی طور پر اس عقلی یقین تک پہنچا سکتا ہے کہ کوئی خالق موجود ہے۔ قرآن ایسے حوالوں سے بھرا ہوا ہے کہ حقیقت کو محسوس کیا جائے اور قرآن انسان کو مسلسل اس بات کی طرف ابھارتا ہے کہ وہ حواسِ خمسہ سے محسوس ہونے والی حقیقتوں پر عقلی طور پر غور وحوض کرے تاکہ وہ اس ناقابل تردید نتیجے پر پہنچ سکے کہ یہ سب کی سب مخلوق ہیں۔

عیسائی اس بات میں بھی غلط تھے کہ انہوں نے سمجھوتے کو فکری طریقے کے طور پر قبول کر لیا۔ سمجھوتہ صرف جائز باہم ملتے جلتے مگر ٹکراتے ہوئے مفادات کو طے کرنے کے لئے درست ہے۔ یہ تصور کہ دنیا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے ایک ایسا عقلی حل ہے جو اس تصور کی مکمل ضد ہے کہ دنیا مخلوق ہے اور اللہ اسے وجود میں لایا ہے، ان دونوں میں سے صرف ایک ہی ٹھیک ہو سکتا ہے، ان دونوں تصورات یا ان سے پھوٹنے والے مزید تصورات کے درمیان سمجھوتہ ناممکن ہے۔ ایک مادہ پرست دنیا میں انسان ہی اپنے تمام تر معاملات کا خود مالک ہے، جبکہ وہ دنیا جس کا تصور مذہب پیش کرتا ہے، اس میں کائنات کا خالق ہی ہمارا مالک و مختار ہے۔ یہ درست نہیں ہو سکتا کہ عقیدہ ایک حل کا اختیار کیا جائے اور نتائج یا فروعات دوسرے عقیدے کے اختیار کر لیے جائیں۔

یہ ملحدانہ مادہ پرست عقیدہ ہی ہے جو جمہوریت اور آزادی پر منتج ہوتا ہے۔ اگر انسان زندگی میں اپنے امور کا خود مالک ہے، تو اسے آزادی ہونی چاہئے کہ وہ اپنی زندگی اپنی مرضی سے جس طرح چاہے گزارے اور اس کو جمہوریت ملنی چاہیے تاکہ لوگ خود وہ قوانین پسند کر سکیں جن کے مطابق وہ ایک ساتھ معاشرے میں زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ جمہوریت اور آزادی کے تصورات میں بہت سارے عملی مسئلے مسائل ہیں جو انسان اور معاشرے کی فطرت سے ٹکراتے ہیں۔ ان تصورات کو اختیار کرنے کا بے رحم نتیجہ یہ ہے کہ انسان بالآخر دوسروں کا غلام بن جاتا ہے۔ آزادی اور جمہوریت کے نعرے جبر اور استحصال کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ استعماریت اور سرمایہ داریت کا گھناؤنا ظلم و جبر اور نوآبادیاتی تسلط آزادی اور جمہوریت کے پُر فریب آئیڈیلز کا حقیقی چہرہ ہے۔

انسان اپنی زندگی کو خود ترتیب دینے کے قابل نہیں ہے۔ تمام تیار شدہ آلات کی، چاہے وہ کتنے ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں، ایک مخصوص اور مقررہ فطرت ہوتی ہے اور وہ اپنے تیار کرنے والوں کے بنائے ہوئے مخصوص نظاموں کے مطابق کام کرتے ہیں۔ انسان خواہ مرد ہو یا عورت، اگرچہ انفرادی طور پر ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں لیکن سب انسان اپنے اندر بنیادی طور پر ایک متعین اور تبدیل نہ ہونے والی فطرت رکھتے ہیں اور ان کی مستقل حاجات اور خواہشات ہیں۔ انسان کے سکون اور اطمینان کو یقینی بنانے کے لئے ایک واحد خامیوں سے پاک نظام کا ہونا ضروری ہے۔ اس نظام کو لازمی طور پر انسان کے خالق کی طرف سے ہونا چاہیے، نہ کہ خود انسان کی طرف سے۔ اس نظام کی تیاری کو اس انسان پر چھوڑ دینے کا نتیجہ، جو بے علم اور عاجز ہے، اپنی بد ترین صورت میں مکمل تباہی اور افراتفری کی طرف لے کر جائے گا، اور اپنی بہترین صورت میں منظم جبر اور استحصال پر منتج ہو گا جیسا کہ استعماری سرمایہ داریت نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ صرف ایک سچا مذہب ہی انسان اور معاشرے کی تنظیم کر سکتا ہے، اور اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ سب کو انصاف اور مواقع حاصل ہوں۔

در حقیقت یہ صرف مذہب ہی ہے جو کہ ایک درست فکری سچ ہے۔ مغرب اس کو سمجھنے سے قاصر رہا اس لئے نہیں کہ مذہب غلط تھا، بلکہ اس سوچنے کے غلط طریقہ کار کی وجہ سے جسے مغرب نے اختیار کیا۔ پہلے مغرب نے 'ریشنلزم' کی پیروی کی، لیکن اسکو deductive logic کے طریقہ کار تک محدود کر دیا، جو ریاضی اور جیومیٹری کی زبان ہے، جو کہ کسی حقیقت کو حتمی طور پر ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ پھر انہوں نے تجرباتی طریقہ کار empiricism کی پیروی کی جو کہ دراصل سائنسی تجرباتی طریقہ کار تھا جسے صرف قابلِ محسوس حقیقت کے بارے میں نتائج اخذ کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ دونوں طریقہ کار اس بات سے قاصر تھے کہ وہ حواسِ خمسہ سے ماورا چیزوں کے متعلق نتیجہ دے سکیں، اگرچہ یہ ہمارا روز کا معمول ہے کہ ہم ان دیکھے معاملات کے بارے میں متعدد چھوٹے اور بڑے درست فیصلے کرتے ہیں، اور یہ فیصلے ان حقیقتوں کی بنیاد پر بناتے ہیں جنہیں ہم محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر سوچنے کا صحیح طریقہ استعمال کیا جائے تو یہ سب کے لئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ صرف مذہب ہی عقلی طور پر درست ہے اور یہ کہ مادہ پرست نظریہ اور سمجھوتے کا حل دونوں عقلی طور پر غلط ہیں۔

مغرب کو مادہ پرستی کے مرض کو لازمی طور پر مسترد کرنا ہو گا، وہ بیماری جو کہ مغربی تہذیب کی جڑوں میں موجود ہے:

مادہ پرستوں نے جو کہ مغرب کے سمجھوتے کے حل سے بھی مطمئن نہیں، بعد کی نسلوں

میں اپنے تصورات کو سوشلزم /اشتراکیت کی آئیڈیالوجی کی شکل میں مزید تعمیر کیا، جس کو سوویت یونین، چین اور کچھ دیگر دیاستوں میں نافذ کیا گیا۔ سوشلزم یا کیمونزم کا یہ نظریہ، جس نے خالق کا مکمل انکار کیا، اور اس دنیا کو ہمیشہ رہنے والی چیز کے طور پر دیکھا، ان سوشلسٹ علاقوں میں برپا ہونے والی تباہی، مصائب اور تکالیف کا ذمہ دار تھا۔ انہوں نے جمہوریت اور آزادی کے تصورات کو برقرار رکھا، فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس کی ایک اجتماعی تشریح کی ، جو کہ ڈائیلکٹک میٹیریلزم dialectic materialism کے جامد قوانین کے سامنے Stoic انداز میں جھک جانے سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ جبکہ اس کے برخلاف مغرب نے آزادانہ انفرادیت کو اپنایا جو Epicurean فلسفہ سے متاثر نظر آتی ہے۔ یہ ناگزیر تھا کہ کیمونسٹ آئیڈیالوجی جو اتنا نمایاں طور پر انسانی فطرت سے متضاد ہو، تیزی سے منہدم ہو جائے اور وہ بھی ایک صدی سے پہلے، اور اپنی مختصر مدت کی بقاء کے لیے بھی اس آئیڈیالوجی کو سخت جبر اور دہشت پر مبنی حکمرانی پر انحصار کرنا پڑا۔

سوشلزم کے برعکس، مغربی تہذیب اب تقریباً تین صدیاں گزار چکی ہے۔ اپنی تہذیب میں مذہب کے کچھ پہلوؤں کو برقرار رکھ کر مغرب نے اپنے آپ کو اس انجامِ بد سے بچالیا کہ جس سے کیمونسٹ دوچار ہوئے، اگرچہ موجودہ مغربی تہذیب بھی شدید طریقے سے انسانی فطرت سے ٹکراتی ہے۔ مذہب انسان کو ایک فرد کی حیثیت سے دیکھتا ہے، ساتھ ساتھ اس کو معاشرے کے ایک قیمتی رکن کی نظر سے بھی دیکھتا ہے جس کے دیگر انسانوں کی طرف اہم فرائض اور ذمہ داریاں ہیں، گویا اس دنیا میں اس کی پوری زندگی خالق کی عبادت سے تعبیر ہے۔ ابتدائی مادہ پرست سیاسی نظریئے کے ساتھ مغرب کا سمجھوتہ انہیں انسان کی اخلاقی، انسانی اور روحانی حاجات کو بے وقعت بنانے کی طرف لے گیا، اور معاشرے میں صرف ایک شدید مادہ پرست انفرادیت باقی رہ گئی جو مستقل دنیاوی راحتیں اور جنسی لذتیں حاصل کرنے کی طلب گار ہے۔ اقدار کا ایسا نظام ناگزیر طور پر انسان کے ہاتھوں دیگر انسانوں پر جبر اور استحصال پر منتج ہوتا ہے اور عالمی سطح پر اس کا نتیجہ ایسی نوآبادیاتی لوٹ مار کی شکل میں نکلا کہ جس کی مثال انسان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

یہ ضروری ہے کہ مغرب جمہوریت اور آزادی کے اس اجنبی مادہ پرست سیاسی نظریئے کو مسترد کردے جو اس کی تہذیب کی جڑوں میں موجود ہے۔ یہ مغرب ہی تھا جس نے خالق کے انکاری سوشلزم کی برائی کے چیلنج کا سامنا کیا اور اسے واضح شکست دی۔ اب مغرب کو ضرورت ہے کہ وہ اپنی تہذیب سے خالق کے انکار کے بقیہ عناصر کو ختم کرے اور مذہبی جڑوں کی طرف دوبارہ لوٹے۔ اگر تین صدیاں پہلے عیسائیت کے نفاذ میں کمزوریاں اور کوتاہیاں دریافت کی گئیں تھیں، تو مغرب پر لازم ہے کہ وہ ان مسائل پر دوبارا توجہ مرکوز کرے اور غلط فکری طریقہ کار کی بجائے الہامی وحی کی روشنی میں انہیں حل کرنے کی کوشش کرے۔ مغربی عوام کے پاس آج بھی خالق کی طرف سے نازل کردہ کتابوں میں موجود الہامی وحی کی دولت تک رسائی حاصل ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کی شکل میں آخری الہامی وحی موجود ہے۔ ہمارے آقا اور مالک اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نہ صرف ہمیں پیدا کیا بلکہ وہ ہمیں دیکھ بھی رہا ہے، ہماری حفاظت بھی کررہا ہے اور اس نے ہر لمحے ہماری زندگی میں ہماری رہنمائی کا بندوبست بھی کر دیا، اور عیسائی بھی یہ بات اچھے طریقے سے جانتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ عیسائی اپنے اندر سے مادہ پرستی کی بیماری کو ختم کریں گے۔ ہم مسلمان انہیں اسلام کے الہامی متن کی پیشکش کرتے ہیں، جس کے متعلق وہ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر مھیمن بھی ہے۔ مزید برآں، ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی غلطیوں کو دور کرنے کے لئے سخت محنت کررہے ہیں اور دین کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو خالص اور اپنی صفائی وستھرائی کررہے ہیں، تاکہ خالصتاً صرف اسلام کی بنیاد پر اسلامی خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے اپنی تہذیب کو دوبارہ قائم کرسکیں، جو کہ تمام انسانیت کے سامنے پیروی کے لئے سچی مثال قائم کرے گی اور جو پوری دنیا کے سامنے مادیت کے کفر کی برائی کو مکمل طور پر بے نقاب کرے گی، اور اسے زمین سے مٹادے گی۔

بقیہ صفحہ 18 پر

خلافت کو قائم کرو جو مسلمانوں کو ہندو ریاست کی بالادستی سے نجات دلائے گی

بھارت لگاتار کئی دنوں تک پاکستان پر جارحانہ حملے کرتا رہا، جو عید کے دوران بھی جاری رہے، بچے، عورتیں اور بوڑھے ان حملوں میں ہلاک اور زخمی ہوتے رہے، لیکن راحیل-نواز حکومت نے محض لفظی مذمت کو ہی کافی سمجھا۔ حالانکہ اس طرح کا کمزور ردعمل ہمیشہ دشمن کا حوصلہ بڑھانے کا باعث بنا ہے۔ پس 9 اکتوبر 2014ء کو، جبکہ پاکستان کے مسلمانوں پر ایک ہزار مارٹر گولے برسائے جا چکے تھے، بھارتی وزیر اعظم مودی نے ایک سیاسی جلسے میں اشتعال انگیز انداز میں کہا: "دشمن چیخ و پکار کر رہا ہے... دشمن نے یہ جان لیا ہے کہ وقت اب بدل چکا ہے اور اس کی پرانی عادتوں کو برداشت نہیں کیا جائے گا"۔ جبکہ دوسری طرف پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت 10 اکتوبر 2014ء کو بالآخر نیشنل سکیورٹی کونسل کے اجلاس کے لیے اکٹھی ہو ہی گئی، جس کے بعد وزیر اعظم کے دفتر نے یہ بیان جاری کیا کہ "جنگ کوئی آپشن نہیں ہے۔ یہ دونوں ممالک کی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ فوراً کشیدگی کا خاتمہ کریں"، بے شک یہ بیان بھارت کی ننگی جارحیت کے جواب میں پھولوں کا نذرانہ پیش کرنے سے کم نہیں۔

ایک طرف ہندو ریاست ہے جو پاکستان کے خلاف عملی طور پر دشمنی اور جارحیت کا مظاہرہ کر رہی ہے، جبکہ دوسری طرف راحیل-نواز حکومت ہے جو دشمن کے سامنے اس حد تک جھک گئی ہے کہ اس نے حملے سے بچاؤ کے لیے جنگ کو آپشن سے ہی نکال دیا ہے۔ اس حکومت نے اپنی عوام پر برسنے والی آگ اور بارود کے جواب میں محض مذمتی بیان جاری کیے اور اس کمزور مذمت کو امن، مذاکرات اور حالات کو معمول پر لانے کی بھیک مانگ کر مزید کمزور کر دیا۔ پھر اس حکومت نے مسلمانوں میں موجود ایمان کی حرارت کو سرد کرنے کے لیے اپنے چمچوں کو متحرک کیا، بجائے یہ کہ وہ مسلمانوں میں موجود فتح اور شہادت کے جذبات کو اجاگر کر کے انہیں مضبوط کرتی۔ اس حکومت نے اقوام متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹانے کو حل کے طور پر پیش کیا جبکہ یہ حکمران اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اقوامِ متحدہ استعماری طاقتوں کی آلہ کار ہے اور مسلمانوں کی ابتر صورتِ حال کی ذمہ دار ہے، یہ اقوامِ متحدہ ہی ہے کہ جس نے اسلامی علاقوں کو مصنوعی سرحدوں کے ذریعے ٹکڑوں میں بانٹ رکھا ہے اور دنیا کے ہر کونے میں مسلمانوں کے قتلِ عام کے لیے کفار کو جواز مہیا کرتی ہے۔ افسوس! یہ سب اقدامات ایک ایسی حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے ہیں کہ جس کی کمان میں مسلم دنیا کی سب سے طاقتور فوج موجود ہے جو نہ صرف ایٹمی اسلحے سے مسلح ہے بلکہ اس میں بے شمار ایسے جوان اور افسران موجود ہیں جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا کہ: **ما ترک قوم الجهاد إلا ذُلّوا** "جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل و رسوا ہو جاتی ہے" (احمد)۔

اے پاکستان کے مسلمانو! بھارت کی حالیہ جارحیت اور راحیل-نواز حکومت کا ہندو ریاست کے سامنے سرنگوں ہونا امریکی منصوبے کے مطابق ہے جو وہ اس خطے میں نافذ کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ بھارت کو خطے میں بالادست ریاست کے طور پر ابھرنے میں مدد فراہم کر رہا ہے تاکہ بھارت امریکہ کے حریف چین کے خلاف کھڑا ہو سکے نیز بھارت اس پوزیشن میں آجائے کہ وہ آپ کو اسلامی ریاستِ خلافت کے طور پر ابھرنے سے روکنے میں امریکہ کو مدد فراہم کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارتی انتخابات میں مودی کی جماعت بی۔جے۔پی کی کامیابی کے چند ہفتوں بعد ہی امریکی سیکریٹری دفاع چک ہیگل نے بھارت کا دورہ کیا اور 10 اگست 2014 کو کہا کہ "انڈو پیسیفک Indo-Pacific کے طول و عرض میں ہمارے (امریکہ اور بھارت کے) مفادات جتنے اب یکساں ہیں اتنے پہلے کبھی نہ تھے" اور مزید کہا "جیسا کہ بھارت جنوبی ایشیا اور پورے پیسیفک (اوقیانوس) کی امن و سلامتی میں اپنا کردار بڑھا رہا ہے، تو امریکہ اس کی مدد اور حوصلہ افزائی کرے گا"۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ بھارت کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے کہ وہ برما اور انڈامن (Andaman) اور نیکوبار (Nicobar) کے جزیروں تک اپنا اثر و رسوخ پھیلائے، یہ جزیرے آبنائے ملاکہ کے دہانے پر واقع ہیں جو اُن سمندری گزرگاہوں میں سے ایک ہے جہاں سے دنیا کی فوجی اور تجارتی ٹریفک کا بہت بڑا حصہ گزرتا ہے۔

اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو امریکہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ پاکستان یہ قوت رکھتا ہے کہ اگر وہ اس امریکی منصوبے کی مخالفت کی سوچ لے تو وہ اسے ناکام بنا سکتا ہے اور اس منصوبے کی کامیابی اس چیز سے منسلک ہے کہ پاکستان اس منصوبے کو قبول کرلے اور اسے پورا کرنے میں امریکہ کا ساتھ دے۔ یہی وجہ ہے کہ آمریت ہو یا جمہوریت ہر حکومت نے امریکہ کے وفادار خدمت گار کے طور پر اس امریکی منصوبے کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور بھارت کے مقابلے میں آپ کی صلاحیتوں کو کمزور کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ امریکہ آپ میں موجود جذبہ جہاد سے

خوفزدہ ہے جو کہ میدانِ جنگ میں آپ کا سب سے طاقتور ہتھیار ہے، لہٰذا امریکی ایجنٹ حکمران اُن تنظیموں سے دستبردار ہوگئے اور ان کا تعاقب کرنے لگے جو کشمیر کو بھارت کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے اسکے خلاف لڑ رہی تھیں۔ اس کے بعد امریکی ایجنٹوں نے پاکستان کی افواج کو قبائلی علاقوں کے مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی جنگ کا ایندھن بنادیا۔ پھر ان امریکی ایجنٹوں نے افواجِ پاکستان کی "سبز کتاب" (The Green Book) میں بنیادی نوعیت کی تبدیلی کی تاکہ آپ کی فوج کی توجہ کو بھارت سے ہٹا کر اسے پاکستان کے اندر ہی مصروف کر دیا جائے اور فوج کی بڑی تعداد کو بھارتی سرحد سے ہٹا کر افغانستان سے متصل قبائلی علاقوں میں منتقل کر دیا۔ امریکہ کی وفادار حکومتوں کے ان اقدامات کے نتیجے میں ہماری افواج پر مسلط کی گئی کمزوری کو بھارت نے جان لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ 12 اگست 2014ء کو بھارتی وزیر اعظم مودی نے کارگل میں موجود بھارتی افواج سے خطاب کرتے ہوئے بڑے اعتماد سے کہا: "پاکستان اب روایتی جنگ لڑنے کی صلاحیت کھو چکا ہے"۔

امریکی ایجنٹوں نے ہماری فوجی صلاحیتوں کو کمزور کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے سیاسی اثر و رسوخ اور اقتصادی طاقت کو بھی کمزور کر رہے ہیں۔ اس حکومت میں موجود امریکی ایجنٹ پاکستان کو اُن علاقائی کانفرنسوں میں گھسیٹ رہے ہیں جہاں بھارت کو بالا دستی حاصل ہے جبکہ بھارت اس سے آگے بڑھ کر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا مستقل رکن بننے پر نظر جمائے ہوئے ہے جہاں امتِ مسلمہ کی تباہی و بربادی کے منصوبے بُنے جاتے ہیں۔ یہ تمام اقدامات ہندو ریاست کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ ہمارے سیاسی معاملات میں بھر پور مداخلت کرے، حالانکہ ہندوؤں کو جب بھی مسلمانوں کے معاملات پر کسی بھی درجے کا اختیار حاصل ہوا انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جہاں تک معیشت کا تعلق ہے تو یہ حکومت توانائی کے کئی معاہدوں کا حصہ بن کر بھارت کو مشرقِ وسطیٰ اور وسط ایشیا میں موجود امت کے تیل و گیس کے ذخائر تک رسائی دے رہی ہے تاکہ توانائی کی قلت کے شکار بھارت کی اشد ضرورت کو پورا کیا جائے۔ اور جہاں تک تجارتی معاہدوں کا تعلق ہے تو ان کے ذریعے پاکستانی حکومت امریکہ کی طے کردہ حکمت عملی کو پورا کر رہی ہے کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی، جہاز سازی اور خلائی ٹیکنالوجی جیسے اعلیٰ شعبے تو ہندوؤں کے لیے ہوں گے لیکن مسلمانوں کو سیاحت، قالین سازی اور کھیلوں کے سامان کی تیاری جیسے معمولی شعبوں تک محدود رکھا جائے گا۔

امریکی ایجنٹوں نے افواجِ پاکستان کی "سبز کتاب" (The Green Book) میں بنیادی نوعیت کی تبدیلی کی تاکہ آپ کی فوج کی توجہ کو بھارت سے ہٹا کر اسے پاکستان کے اندر ہی مصروف کر دیا جائے

اے پاکستان کے مسلمانو! اسلام مسلمانوں کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ وہ بے وقعت مشرکین کی جارحیت کے سامنے سر جھکا دیں، چاہے وہ ہندو ہوں یا کوئی اور۔ اسلام نے ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کفار ہمارے معاملات پر حاوی ہوں اور ان میں مداخلت کریں۔ بلکہ اسلام ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ دشمن کو جواب دینے کے لیے تمام تر اسباب و ذرائع کو اختیار کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ "مشرکین کے ساتھ لڑو اپنے مال کے ساتھ، اپنی جانوں کے ساتھ اور اپنی زبانوں کے ذریعے"۔ لیکن بجائے یہ کہ حکومت ہماری طاقت کو دشمن کے خلاف استعمال کرتی وہ اس طاقت کو بھارت کو مضبوط کرنے کے لئے استعمال کر رہی ہے، اور بھارت کو مضبوط کرنا خطے کے متعلق امریکہ کا وسیع تر منصوبہ ہے۔ یہ صورتِ حال ہم پر لازم کرتی ہے کہ ہم اس عظیم نقصان سے بچاؤ کے لئے حزب التحریر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ڈھال یعنی خلافت کے قیام کے لئے دن رات کام کریں۔

اے افواجِ پاکستان! سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار، مسلمانوں کو ہندو ریاست کا غلام بنانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ تو کیا آپ مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں اس صورتِ حال سے لاتعلق رہنا پسند کریں گے اور ان کی غداریوں کو قبول کر لیں گے؟ جبکہ آپ اس امت کے شیر ہیں جنہیں زنجیروں میں قید رکھا گیا ہے۔ وہ ہندو جو کئی سالوں کے دوران لاکھوں کی فوج کے باوجود معمولی اسلحے سے لیس چند ہزار مسلم مجاہدین کو کشمیر میں شکست نہیں دے سکا وہ آپ کا سامنا کس طرح کر سکتا

ہے؟آج کی سپر پاور امریکہ اس خطے میں اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لئے آپ پر انحصار کرتا ہے اوراس بات سے ڈرتا ہے کہ آپ اسے یہاں سے نکال باہر کرسکتے ہیں جیسا کہ ماضی میں آپنےاُس وقت کی سپر پاور سوویت یونین کو نکال باہر کیا تھا۔ یہودی آپ سے خوفزدہ ہیں اور ان کی نیندیں حرام ہیں کہ کہیں آپ مسجد اقصیٰ کے مسلمانوں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے حرکت میں نہ آجائیں اوریہودی ریاست کا خاتمہ کردیں۔تم وہ شیر ہو جسے یہ یقین دلایاگیاہے کہ تم توکسی معمولی مخلوق کا سامنا بھی نہیں کرسکتے، لیکن تمہارے ہاتھ کا صرف ایک وار ہی تمہیں یہ دکھادے گا کہ امتِ مسلمہ دنیا کی دیگر تمام اقوام کے مقابلے میں کس قدر مضبوط ہے۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: يا أيها الذين ءامنوا قاتِلوا الذين يَلونكم من الكفار وَلْيجِدوا فيكمْ غِلْظَةً واعْلَموا أنَّ اللّهَ مع المتقين "اےایمان والو!ان کفار سے لڑو جو تمہارے نزدیک رہتے ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"(التوبۃ:123)۔

اس شکست خوردہ اور غدار حکومت کو مسترد کردو، اٹھو اور اسلامی خلافت کے قیام کے لئے حزب التحریر کو نُصرۃ فراہم کرو۔ صرف اسلام کے نفاذ کی صورت میں ہی ہم رسول اللہﷺ کی اس بشارت کو پورا ہوتے دیکھ سکیں گے جسے ابوہریرہؓنے روایت کیا کہ وَعَدَنا رسولُ اللّهِ (ﷺ) غزوةَ الهند، فإنْ أدركتُها أُنفِقْ نفسي ومالي، وإنْ قُتِلْتُ كنتُ أفضلَ الشهداء، وإنْ رجعتُ فأنا أبو هريرة المُحَرَّرُ " اللہ کے رسولﷺ نے ہم سے غزوہ ہند کا وعدہ کیا۔اگر میں نے وہ زمانہ پالیا تو میں اس کے لئے اپنی جان اور مال لگا دوں گا۔اگر میں مارا گیا تو میں افضل ترین شہید ہوں گا اور اگر میں زندہ واپس آیا تو میں (گناہوں سے)آزادابوہریرہ ہوں گا"(احمد،نسائی،الحاکم)۔اور ثوبانؓ نے روایت کیا کہ عِصابتان من أُمّتي أَحْرَزَهُما اللّهُ من النار: عِصابةٌ تغزو الهندَ، وعِصابةٌ تكون مع عيسى ابن مريم عليهما

"میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کردیا ہے۔ایک وہ جو ہند فتح کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا"(احمد، النسائی)۔

السلام"میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کردیا ہے۔ایک وہ جو ہند فتح کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا"(احمد،النسائی)۔

23ذی الحجۃ1435ہجری — **حزب التحریر**

17اکتوبر2014ء — **ولایہ پاکستان**

بقیہ صفحہ 15 سے

لمحے ہماری زندگی میں ہماری رہنمائی کا بندوبست بھی کردیا،اور عیسائی بھی یہ بات اچھے طریقے سے جانتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ عیسائی اپنے اندر سے مادہ پرستی کی بیماری کو ختم کریں گے۔ہم مسلمان انہیں اسلام کے الہامی متن کی پیشکش کرتے ہیں، جس کے متعلق وہ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہے اور ان پر مهیمن بھی ہے۔ مزید برآں،ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی غلطیوں کو دور کرنے کے لئے سخت محنت کررہے ہیں اور دین کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے آپ کو خالص اور اپنی صفائی و ستھرائی کررہے ہیں،تاکہ خالصتاً صرف اسلام کی بنیاد پر اسلامی خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے اپنی تہذیب کو دوبارہ قائم کرسکیں،جو کہ تمام انسانیت کے سامنے پیروی کے لئے سچی مثال قائم کرے گی اور جو پوری دنیا کے سامنے مادیت کے کفر کی برائی کو مکمل طور پر بے نقاب کرے گی،اوراسے زمین سے مٹادے گی۔

"حزب التحریر کے افکار میں تاریک، فکری جکڑبندی اور تکفیری نقطہ نظر" کے جواب میں

جناب محترم ایڈیٹر "

العرب" ویب سائٹ

مزاج گرامی،امابعد!

آپ نے 20 اکتوبر 2014 کو اپنی ویب سائٹ پر سیف الدین العامری کا ایک مضمون شائع کیا، جس کا عنوان تھا "حزب التحریر کے افکار میں تاریک، فکری جکڑبندی اور تکفیری نقطہ نظر"۔آرٹیکل کے عنوان اور اس کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے والا حزب التحریر کے ساتھ عداوت اور بدخواہی کی بیماری میں مبتلاء ہے جس کی بدولت حزب کے ساتھ انصاف کرنے کی توفیق نہ ملی بلکہ اس کی بدنیتی اور بدخواہی اس کو حزب پر بہتان تراشی کی حد تک ہانکتی چلی گئی۔

جہاں ہم جھوٹی خبروں، مغالطوں اور حقائق کو توڑمروڑ کر پیش کرنے پر مشتمل اس بے سروپا مضمون کی اشاعت پر افسوس کرتے ہیں،اور واقعی تعجب ہے کہ ایسے مضمون کو آپ نے شائع کیسے کیا جس کے بارے میں اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ مضمون میں راست بازی کا فقدان ہے اور سنجیدگی کے ساتھ حقیقت کی جستجو سے کوسوں دوری ہے،ہماری خواہش ہے کہ آپ مضمون کا جواب بھی شائع کریں، اس پر ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

سب سے پہلے ایک مقدمہ کی ضرورت ہے تاکہ حزب التحریر کی حقیقت کو واضح کیا جائے۔

حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے جس کی آئیڈیالوجی (مبدا) اسلام ہے۔ یہ امت کے اندر اور امت کے ساتھ مل کر اس لئے کام کرتی ہے تاکہ امت اسلام کو ہی اپنا مسئلہ سمجھے اور زندگی میں اللہ کے نازل کردہ کے

آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کی دعوت میں سیاسی طریقہ اختیار کیا،نہ کہ مادی.... یہ بات کہ حزب کی آئیڈیالوجی اسلام ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ حزب افکار واحکام اخذ کرنے میں صرف اسلامی عقیدہ اور شرعی نصوص کو اساس بناتی ہے۔

مطابق حکومت کے از سر نو قیام میں اُمت کی قیادت کرے۔ حزب کا کام سیاسی طریقے سے اسلامی دعوت کو لے کر جانا ہے اور حزب رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کو مثال بناتے ہوئے دعوت کے لئے مادی اعمال انجام نہیں دیتی۔ آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کی دعوت میں سیاسی طریقہ اختیار کیا،نہ کہ مادی.... یہ بات کہ حزب کی آئیڈیالوجی اسلام ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ حزب افکار و احکام اخذ کرنے میں صرف اسلامی عقیدہ اور شرعی نصوص کو اساس بناتی ہے۔ یہ بھی قرآن مجید میں اللہ تعالی کے اس قول کی تعمیل میں کہ : وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ "اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے روکے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں" (آل عمران:104)۔

اب آتے ہیں آرٹیکل کی طرف.....تو یہ بہر حال حزب پر بہتان تراشیوں کا ایک پلندہ ہے۔ ان سب کے جواب کا یہ موقع نہیں، اس لئے ہماری بات فقط بعض امور تک محدود ہو گی تاکہ مضمون نگار کے بغض وحسد اور حزب اور اس کی افکار پر بحث میں اس کے اندر راست بازی کے فقدان، اور کذب بیانی کو واضح کریں۔

اولاً : مضمون نگار نے اپنے مقالے کے لئے ایک عنوان قائم کیا ہے: مضمون نگار حزب اور اس کے افکار کو "تاریک، فکری جکڑبندی اور تکفیری نقطہ نظر" کا نام دیتا ہے۔ کیا مضمون نگار یہ نہیں جانتا کہ حزب کے افکار اور آراء صرف اور صرف اسلامی ہیں؟؟؟ تو ذرا سوچئے کہ ان کو "تاریک نقطہ نظر" سے منسلک کرنا کیسا ہے؟۔ جہاں تک بندش اور جکڑ بندی کی بات ہے تو مضمون نگار نے یہ واضح ہی نہیں کیا کہ اس سے اس کی مراد کیا ہے؟..... جہاں تک تکفیر (کافر قرار دینے) کا

مسئلہ ہے تو بلا شبہ یہ اس کاافترا ہی ہے کہ حزب دیگر اسلامی تحریکوں کو کافر کہتی ہے !! مضمون نگار لکھتا ہے: "تحریریوں کے تکفیری فتووں سے شاذ و نادر ہی کوئی تنظیم، ایسوسی ایشن، یا اسلامی تحریک، یا کوئی اسلامی پارٹی بچی ہوئی ہو"۔ حقیقت ایسی نہیں جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے، اور ہم مضمون نگار کو چیلنج دیتے ہیں کہ حزب کی کسی کتاب، لیفلٹ یا کسی ویب سائٹ سے کوئی ایسی عبارت لا کر دکھائے جس میں کسی اسلامی تحریک کو کافر قرار دینے کا ذکر تک موجود ہو، مگر چونکہ وہ ہرگز ایسی کوئی عبارت پیش نہیں کر سکتا، اور ہمیں یقین ہے کہ مضمون نگار بغیر دلیل کے تہمتیں لگاتا گیا ہے، اس لئے ہم اس کو نصیحت کرتے ہیں کہ حزب پر جو کیچڑ اچھالا ہے، قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے اس کا حساب لے گا..... جہاں تک حقیقت کی بات ہے تو حزب التحریر کا ان تحریکوں کے ساتھ تعلق دعوت کی بنیاد پر اور ان کو نصیحت کی حد تک ہے، اور حزب ان کو اسلامی احکامات کی خلاف ورزیوں پر بھی تنبیہ کرتی ہے، یہ کام حزب ایک آئیڈیالوجیکل پارٹی کے حیثیت سے انجام دیتی ہے جو اسلامی دعوت کی حامل ہے..... تو جب حزب اسلامی تحریکوں کو نہ ہی کافر ٹھہراتی ہے اور نہ ہی یہ تحریکیں مضمون نگار کے اس بے جا الزام سے متفق ہیں تو وہ بتائے کہ اسے کہاں سے یہ بات ملی ہے۔؟ جہاں تک اس کی اس بات کا تعلق ہے کہ حزب التحریر جمہوریت کو کفر سمجھتی ہے، تو یہ ایک اسلامی رائے ہے یہ صرف حزب کی پسندیدہ رائے نہیں۔ کیونکہ جمہوریت کی حقیقت صرف یہ نہیں، جیسا کہ مضمون نگار اور دیگر لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس کی منظر کشی اس طرح کریں کہ یہ عوام کا حکمرانوں کو چننے کا عمل ہے، جبکہ جمہوریت کا مطلب بنیادی طور پر یہ ہے کہ بالادستی عوام کی ہے، یعنی عوام اپنے نمائندوں کے ذریعے ان نظاموں کی قانون سازی کرواتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ جبکہ اسلام میں بالادستی شریعت کو حاصل ہوتی ہے اور یہ اسلام کے ان امور میں سے ہے جو کہ قطعی ہیں مگر مضمون نگار نے جان بوجھ کر اس کو نظر انداز کیا ہے۔ شرع کی بالادستی کا مطلب یہ ہے کہ شرع ہی تمام نظاموں اور قوانین کا سرچشمہ ہے، اور عوام کے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ ہے جو ان نظاموں اور قوانین کے نفاذ کی صورت میں ہوتا ہے۔ لہذا جمہوری فکر ایک کفریہ فکر ہے کیونکہ اس میں بالادستی عوام کی ہوتی ہے نہ کہ شرع کی... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ "حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں، اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے" (یوسف:40) اور ارشاد ہے، وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ "اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے"(الحشر:7)۔

ثانیاً: مضمون نگار نے حزب کے "بیانات" کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ بیانات آزادی کی منطق اور اُن نظاموں سے متصادم ہیں جنہیں انسانوں نے عام انسانی ضابطوں کے مطابق زندگی کے لئے تخلیق کیا ہے"۔

مضمون نگار یہ بھول جاتا ہے یا جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی حزب کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے جس کی آئیڈیالوجی اسلام ہے۔ اس لئے حزب نے جن احکام کی تبنی کی ہے یا جن افکار پر اس کی بنیاد قائم ہے، ان کی بنیاد صرف اسلامی عقیدہ ہے۔ پس جو کوئی حزب کا محاسبہ کرنا چاہے، اُسے چاہئے کہ صرف اسلام کی بنیاد پر اس کا محاسبہ کرے۔ اس لئے مضمون نگار کا انسانی نظاموں کی بنیاد پر حزب یا اس کے افکار کا محاسبہ کرنا کسی طرح موزوں نہیں؟؟؟ پھر یہ کہ مضمون نگار بھول گیا کہ وہ مسلمان ہے اور اس کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ اسلام کو ہی اپنی سوچ اور عمل کے لئے اساس بنائے، چنانچہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پروردگارِ عالم کی بجائے انسانی قوانین کو اپنے لئے اساس یا افکار پر حکم لگانے کا پیمانہ بنائے، چہ جائیکہ وہ اُن اسلامی افکار پر جن پر حزب کھڑی ہے، لے دے کرے اور ان کو "تاریک خیالیوں" سے تعبیر کرے۔؟

ثالثاً: مضمون نگار حزب کے بارے میں کہتا ہے کہ "وہ بنیادی طور پر اس اُصول کو تسلیم نہیں کرتی کہ ایک مسلمان انسان آزادی اور حکمرانوں کے چناؤ، اپوزیشن میں شرکت اور احتجاج کرنے کی قابلیت رکھتا ہے"۔

کتنا واضح بہتان ہے؟!! حزب التحریر تو اپنے قیام کے پہلے دن سے لوگوں کو مغربی استعمار کی تمام شکلوں سے آزادی حاصل کرنے کی دعوت دیتی رہی ہے، اور اس استعمار کے تمام آلات واوزار کے خاتمے اور اسلامی

زندگی کی واپسی کے لئے سرگرم عمل ہے... بلکہ حزب کثیر تعداد میں چھپنے والے اپنے لیفلیٹوں کے ذریعے مسلمانوں سے مطالبہ کرتی چلی آئی ہے کہ وہ حکمرانوں کا محاسبہ کریں اور ان کے ظلم کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں، ان کو تبدیل کریں اور اس راستے میں قربانی دیں، بلکہ اس مقصد کے لئے حزب مسلمانوں کے ساتھ مل کر متعدد اسالیب اختیار کرتی رہی ہے، مثلاً زبردست عوامی مارچوں کاانعقاد، پبلک کانفرنسیں، فکری وسیاسی سیمینار اور اہل باطل کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے والے وفود کو بھیجنا وغیرہ ...اور چونکہ حکمرانوں کو حزب کی اہمیت کا احساس ہے اور وہ جانتے ہیں کہ حزب کی آراء لوگوں کو ان کے اور ان کے ظلم کے خلاف مشتعل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ حزب کے ساتھ برسرِپیکار ہیں اور حزب کا تعاقب کرتے ہوئے گرفتاری، ٹارچر حتیٰ کہ بعض حالات میں حزب کے شباب کو شہید کرنے اور ان کے خلاف ظالمانہ احکامات دینے جیسے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے... تو مضمون نگار صاحب کس طرح ان قطعی حقائق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں اور حزب کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ فیاللعجب!

رابعًا: مضمون نگار نے لکھا ہے کہ "سیکولر پارٹیاں جو قومی یا محبِ وطن کہلائی جاتی ہیں، تحریریوں کے دائرہ فکر سے خارج ہیں، یعنی یہ انفرادیت کی حامی "کفریہ" سیاست کی حامل پارٹیاں ہیں جو شریعت الٰہی کی قائل نہیں، چنانچہ ان سے بحث وتکرار اور لڑائی جھگڑے نہ کئے جائیں"۔ مضمون نگار کے بقول "حزب کی سیکولر پارٹیوں کے بارے میں سوچ یہ ہے کہ یہ شریعتِ الٰہی کی قائل نہیں، اور یہ انفرادی "کفریہ" سیاست کی حامل پارٹیاں ہیں"... یہاں ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ کسی پارٹی کا سیکولر ہونے کا کیا معنی ہے؟ اس کا معنی ہے کہ یہ پارٹی دین کی زندگی سے جدائی کے فلسفے پر کھڑی ہوتی ہے، اور رب کے بنائے ہوئے قوانین کی جگہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں کو نافذ کرنے کی دعوت دیتی ہے، بلکہ وہ زندگی میں اسلام کی واپسی کی مزاحمت کرتی ہے ...تو ایک سیکولر پارٹی کیونکر اسلامی ہوسکتی ہے؟ پھر ایک سیکولر پارٹی سے منسوب شخص کے اسلام یا کفر کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ ایک سیکولر پارٹی کا رکن ہے، بلکہ اس کا دارومدار اس کے عقیدے پر ہے۔ سو اگر وہ دین کے زندگی اور ریاست سے جدائی کا نظریہ رکھتا ہے اور وہ اس کی حقیقت سے پوری طرح واقف بھی ہے، تو وہ یقیناً کافر ہوگا، اگر وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتا اور اس کا ایمان اسلامی عقیدہ پر ہے، مگر وہ اپنی لاعلمی، گمراہی اور مفادات وغیرہ کی وجہ سے سیکولر پارٹی کا رکن بن کر اس سے وابستہ ہوگیا ہے، تو ایسا شخص گناہ گار مسلمان ہے (نہ کہ کافر)۔

پھر مضمون نگار نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ حزب ان پارٹیوں کے ساتھ مزاحمت کی دعوت دیتی ہے... جبکہ اس نے "مزاحمت" کا مطلب قاری پر چھوڑ دیا ہے، تاکہ ایک عام قاری خود ہی اس کا معنی ومطلب متعین کرکے یہ نتیجہ نکالے کہ حزب اسلحہ کے ساتھ ان پارٹیوں کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتی ہے!! حزب کا موقف ان سیکولر پارٹیوں کے بارے میں واضح ہے۔ حزب نے واضح کیا ہے کہ ان پارٹیوں نے جو افکار اپنائے ہوئے ہیں، یہ کفریہ ہیں، کیونکہ ان کی بنیاد دین کی زندگی سے جدائی کا نظریہ ہے نہ کہ اسلام۔ اور حزب ان پارٹیوں کے اراکین کو یہ پارٹیاں چھوڑنے کی دعوت دیتی ہے اور مسلمانوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ انہیں اتار پھینکیں۔ حزب بتاتی ہے کہ یہ پارٹیاں مسلم ممالک کو نوآبادیات بنانے والی مغربی ریاستوں کے فضلے ہیں، کیونکہ سیکولر پارٹیاں اپنی تمام شکلوں میں ایسے افکار پر قائم ہوتی ہیں جو استعماری کفار کی تہذیب سے اخذ شدہ ہوتے ہیں۔

خامساً: مضمون نگار نے مبہم بلکہ متناقض انداز میں اخوان المسلمین کے ساتھ حزب کے تعلقات کی بات کی ہے، اور اپنی بات کے اختتام میں یہ نقطہ اٹھایا ہے کہ "پس اقتدار کے حصول کے لئے مختلف طریقوں سے حزب کا مدعا زیادہ تر 'جہاد' پر مرکوز ہے، اور حزب کے بارے میں یہ واضح ہے، بخلاف اخوان المسلمین کے جو پیچیدہ قسم کے اسالیب پر انحصار کرتی ہے، اور اکثر سیاست وتشدد کے پیچ وتاب سے دوچار رہتی ہے"۔

مضمون نگار نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ جملہ دہرایا ہے "پس اقتدار کے حصول کے لئے مختلف طریقوں سے حزب کا مدعا زیادہ تر 'جہاد' پر مرکوز ہے"۔ مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے کہ حزب مسلح اعمال کی بنیاد پر قائم ہے... تو اگرچہ ہم پہلے یہ بیان کرچکے ہیں کہ حزب التحریر ایک سیاسی پارٹی ہے جو سیاسی طریقے سے دعوت

لے کر جاتی ہے، مگر اس پر ہم یہ بھی اضافہ کرتے ہیں کہ "اقتدار تک پہنچنے کا طریقہ حزب نے اپنی کتابوں اور لیفلیٹوں میں جا بجا ذکر کیا ہے اور حقیقت کے متلاشی شخص کے لئے یہ واضح ہے۔ بلکہ دور و نزدیک کے تمام لوگ یہ جانتے ہیں کہ حزب کا طریقہ یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں عمومی بیداری پر مبنی اسلامی رائے عامہ ایجاد کیا جائے، نیز کارزارِ حیات میں اسلام کے نفاذ کے لئے اہل قوت سے نصرۃ طلب کی جائے، حزب اپنے اس مقصد تک پہنچنے کے لئے اسلحہ کے استعمال پر یقین نہیں رکھتی، اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی پیروی ہے"۔ عرف عام میں تو یہ ہوتا ہے کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں، تو ہم اس افترا پرداز مضمون نگار سے پوچھتے ہیں کہ اپنے اس دعویٰ پر آپ کے پاس اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کرے، اور دشمن بھی یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حزب تبدیلی کے طریقہ کار میں صرف فکری اور سیاسی جدوجہد پر انحصار کرتی ہے۔

سادساً: مضمون نگار حزب کے اندر تضادات کی بات کرتا ہے: "ادھر حزب کہتی ہے کہ "جمہوری نظام کفریہ نظام ہے" اور ادھر یہ کہ "اس کی بعض شاخیں انتخابات میں شرکت بھی کرتی ہیں، اور اتھارٹی کی طرف سے اپنی سرگرمیوں اور بھرتیوں کے لئے ان سے لائسنس بھی حاصل کرتیں ہیں۔ یہی وہ جوہری تناقض ہے جو اسلام پسندوں کے اس صنف کے اندر پایا جاتا ہے"۔

جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا، اگر مضمون نگار جمہوریت کی حقیقت جانتا، جیسا کہ حزب نے بتایا ہے کہ یہ کفریہ نظام ہے، تو اس کو کوئی تناقض نظر نہ آتا... تو حزب جمہوری نظام کو مسترد کرتی ہے، کیونکہ یہ اسلام کے ساتھ مکمل متناقض ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا.. جہاں تک انتخابات کی بات ہے، یعنی لوگوں کا نمائندوں کو اپنی رائے کے اظہار میں وکیل بنانا، تو اس میں حزب اس اعتبار سے شرکت کرتی ہے کہ وہ اس کو ایک مباح امر سمجھتی ہے، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ رائے کے اظہار میں اسلامی احکامات کی پابندی کی جائے، حزب نے ایک دن کے لئے بھی انتخابات میں مغربی قانون سازی کی اساس پر شرکت قبول نہیں کی۔

سابعاً: مضمون نگار کہتا ہے: "....کیونکہ ان کی نظر میں اسلامی خلافت کا کوئی متبادل نہیں، اور خلافت بھی ایسی جو ان کی مطبوعات میں بالکل ہی غیر واضح ہے، اور ان میں سے ایک بھی یہ واضح کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا کہ اس پُراسرار خلافت کی طرف دُنیا کیسے منتقل ہو گی؟"۔

یہ مضمون نگار بھی ایک انوکھی شخصیت ہے!! اسلامی خلافت حزب کی مطبوعات میں واضح نہیں؟، اور خلافت کے دور کو پُراسراریت سے تعبیر کرتا ہے؟؟ کیا اس نے حزب کی کتابوں میں یہ تفصیلات نہیں پڑھیں، جیسے **نظام الحكم في الاسلام** (اسلامی نظام حکومت) اور **اجهزة دولة الخلافة** (ریاست خلافت کے حکومتی اور انتظامی ادارے)؟؟ پھر اس نے حزب پر "پُراسرار خلافت کے دور کی طرف دنیا کی منتقلی کی کیفیت کی عدم وضاحت" کی بھی تہمت لگائی ہے، باجودیکہ حزب نے اپنی کئی کتابوں اور لیفلیٹوں میں اقتدار تک پہنچنے کی کیفیت کو بہت زیادہ واضح کیا ہے، مگر مضمون نگار نے اپنے کسی خاص مقصد کی خاطر اتنی بھی زحمت گوارا نہیں کی کہ تحقیق کرتا اور حزب کی کتابوں کو پڑھ کر حقیقت کا کھوج لگالیتا۔!!

ثامناً: مضمون نگار کہتا ہے کہ "پس تحقیق کار (یعنی سعید حمودہ) نے یہ ثابت کیا ہے کہ حزب فلسطینی مسئلے کے حل میں کتابوں، آرٹیکل، تھیوری اور اصول و قواعد ڈھونڈنے کے نظریاتی حل سے آگے نہیں جاتی، نہ ہی عوامی مزاحمتی تحریک یا آزادی کی قومی تحریکات میں قابل ذکر شرکت کرتی ہے، نہ ہی اس نے اب تک کوئی مسلح ونگ کی تشکیل کی ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر یہ کہ اس پارٹی کا کام بس یہ رہ گیا ہے کہ وہ اس کی سرزمین (فلسطین) پر قبضہ کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کو کافر ٹھہرائے۔ جبکہ انہی اوقات میں حزب کے کچھ افراد عرب دنیا کی دیگر جگہوں میں خود مسلمانوں کے خلاف اسلحہ اٹھائے پھرتے ہیں"۔

ایسے شخص کی باتوں پر تعجب نہیں ہو گا تو کیا ہو گا جو مسئلہ فلسطین کے اس بنیادی حل کو جو حزب نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کو محض ایک تھیوری سمجھ رہا ہے... موضوع کی بنیاد یہ حقیقت ہے کہ فلسطین پر قبضہ ہو چکا ہے، قابض قوت نے اس میں اپنا ریاستی وجود قائم کیا ہے، تو اب اس کی آزادی کے لئے شرعاً جہاد واجب ہے... اور عملی طور پر جو امر آزادی کے حصول کو ممکن بناتا ہے وہ فوج کشی ہے، پارٹیوں یا تحریکوں کا قیام نہیں جو انہی ریاستوں سے مدد لیتی ہیں جو یہودی موجودگی کی محافظ ہیں، جیسے ارد گرد کی ریاستیں وغیرہ.... فلسطین کی آزادی کے لئے مسلم افواج کے حرکت میں نہ آنے پر کئی عشرے گزرنے کے بعد فلسطینی مسئلے کی حقیقت پر

طائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ لوگ جو نہر سے دریا تک فلسطین کی آزادی کی بات کرتے تھے، ان کی اکثریت یہ اعتراف کرتی نظر آتی ہے کہ فلسطین کے اکثر حصے پر قبضہ قانونی ہے، اور کچھ اس کی تیاری کر رہے ہیں، لیکن یہ ہو گا اس وقت جب معاون ریاستیں ان مزاحمتی تحریکوں کی پرورش سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں گی اور وہ بند گلی میں پہنچ جائیں گے۔

لہذا اب کس کی تعریف کرنی چاہئے اور اس درست حل کے نفاذ کے لئے کس کے پیچھے چلا جائے، حزب التحریر کے پیچھے؟ جس نے لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا، بلکہ ان پر آزادی کا راستہ واضح کیا کہ یہودی وجود کا مکمل خاتمہ کرنے کے لئے مسلم افواج کو حرکت میں لانا ضروری ہے، اور یہ کہ امت پر واجب ہے کہ وہ ان حکمرانوں کے خلاف کھڑے ہو جائیں جنہوں نے افواج کو روکا ہوا ہے، یا ان دیگر تحریکوں کے پیچھے چلا جائے جو غلام اور زیر دست ریاستوں اور ایجنٹ حکمرانوں کے آگے جھک گئیں جنہوں نے فلسطین، اس کے لوگوں اور خود ان کا بھی سودا کیا، جبکہ آزادی کا علم بھی تھامے رکھا، اور اب لوگوں کے ساتھ کئے گئے وعدوں سے اچانک مکر گئے بہانہ یہ کیا کہ "جتنا کچھ ہوا اس سے زیادہ ممکن نہ تھا؟؟؟

جہاں تک مضمون نگار نے بدتر ہونے کی بات کی ہے تو وہ کہتا ہے "اس سے زیادہ بدتر یہ ہے کہ اب حزب کا کام یہ رہ گیا ہے کہ وہ اس سرزمین پر قبضے کے خلاف لڑنے والوں کو کافر قرار دے رہی ہے"!! تو وہ بتائے کہ یہ بات وہ کہاں سے لایا ہے؟؟ کیا حزب التحریر نے حماس، الجہاد یا حزب اللہ اور الفتح کو کافر کہا ہے؟؟!! بلاشبہ حزب التحریر نے جنوبی لبنان میں، غزہ میں، عراق میں امریکی جارحیت کے مقابلے میں اور افغانستان میں مزاحمت کاروں کو ان کاروائیوں پر شاباش دی ہے، اور کہا کہ یہ بہادرانہ کارنامے ہیں، ایسی کاروائیوں کو انجام دینے والے ان شاء اللہ اجر کے مستحق ہوں گے، نہ صرف یہ کہ ان کی کاروائیوں کی اچھے انداز میں تعریف کی بلکہ مسلمانوں پر واضح کیا کہ ان کی مدد کرنا واجب ہے اور مسلم علاقوں اور انسانوں کو آزادی دلانے کے لئے فوج کی روانگی کو فرض قرار دیا ہے۔ مضمون نگار نے اپنی الزام تراشیوں کی تکمیل کرتے ہوئے حزب کے افراد پر یہ تہمت لگائی کہ یہ لوگ خود مسلمانوں کے خلاف اسلحہ اٹھاتے ہیں!! تو اس واضح بہتان کے بارے میں صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ "اے مضمون نگار خدا کا خوف کر"۔

تاسعاً: مضمون نگار کہتا ہے: صالح زہر الدین سعید حمودہ کی باتوں کو دلیل بناتے ہوئے یہ ثابت کر چکا ہے کہ حزب التحریر کی نسبت سے جہاد فقط اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ ہے خواہ اس کی بھاری قیمت چکانی پڑے، نہ کہ آزادی، ترقی، اور خوشحالی کے اہداف کا حصول۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے! حزب التحریر پر اعتراض کے لئے ایک ایسے شخص کے مضمون کو بنیاد بنایا ہے جو مخالف ذہن رکھتا ہے، بلکہ اگر مضمون نگار صالح زہر الدین کی باتوں پر غور کرتا تو وہ جان لیتا کہ اس کی باتیں حزب کی حقیقت اور تاسیس کے دن سے لے کر آج تک اس کی روِش کے ساتھ مکمل ٹکراتی ہیں۔ حزب التحریر جس نے اپنی فکر اور طریقے سے بال برابر انحراف نہیں کیا، باوجودیکہ جن ممالک میں حزب کام کرتی ہے، ریاستی اداروں کی طرف سے سخت مخالفت کا سامنا کیا ہے، تو ہر قیمت پر حصول اقتدار کی کوشش کیسے ؟ ؟ تعجب ہے مضمون نگار نے ان تحریکوں کو نہیں دیکھا جن کا اولین مقصد اقتدار کا حصول تھا کہ کس طرح انہوں نے سمجھوتوں پر سمجھوتے کئے اور اپنے افکار سے دستبردار ہو گئیں۔

مذکورہ تفصیل کی بنا پر یہ واضح ہے کہ مضمون نگار نے کوئی ایک بھی مسئلہ ایسا نہیں ذکر کیا، جس کی اس نے کوئی دلیل یا ثبوت دیا ہو بلکہ جھوٹ اور بہتان تراشیوں کا ایک پلندہ بیان کیا ہے، یقین کریں کہ ایک دفعہ تو ہم نے سوچا کہ ان گھٹیا باتوں کا جواب ہی نہ دیا جائے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا ویب سائٹ کا ادارہ یہ قبول کرنے کے لئے تیار ہے کہ ہر ایرے غیرے کا وکیل بن کر اپنی ساکھ کھو بیٹھے؟ کیا یہ ادارہ ادنی درجہ کا کوئی کاروباری اور موضوعی اخلاق بھی نہیں رکھتا جس کی بدولت ادارہ ایسی بے ہودہ باتوں کے لئے میدان کھولنے سے پہلے سوچے؟ بالخصوص جبکہ حزب کے میڈیا آفس ہر سو پھیلے ہوئے ہیں اور اس کے آدمی امت کے اندر موجود ہیں، ان سے ملنے اور ملاقات کرنے میں کوئی دشواری بھی نہیں۔

مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

کرغیزستان میں مسلمانوں اور حکومت کے درمیان کشیدہ ہوتے تعلقات سے کون فائدہ اٹھائے گا؟!

تازہ صورتحال میں کرغیزستانی حکام نے مسلمانوں کے خلاف خطرناک قسم کی کاروائیوں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔چنانچہ ابتدا میں داڑھی اور حجاب کی توہین جیسے اسالیب اپنا کر معرکے کا آغاز کیا گیا، مگر کرغیزستان کے غیور مسلمانوں کے اندر پھیلی ہوئی اسلامی بیداری کی فضاء نے حکومت کو اپنا منصوبہ نافذ نہیں کرنے دیا۔ حکام اس نتیجے پر پہنچے کہ لوگوں کے اندر سے اس بیداری اور شعور کے خاتمے کے لئے ایک میکانزم کی ضرورت ہے۔اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے کئی سمتوں میں کام شروع کیا۔ اُنہوں نے ایسے حالات پیدا کئے جو "ٹینگرزم" جیسی کفریہ تحریکوں کے وسیع پھیلاؤ میں معاونت فراہم کریں جو قومیت کی بنیاد پر اپنی سرگرمیاں انجام دیتی ہیں۔ اُنہوں نے مخصوص ٹیلی ویژن پروگرام ترتیب دئے جن میں اسلامی دعوت اور سنت رسولﷺ کی احیاء کی کوشش کرنے والے مسلمانوں مثلاً "تبلیغی جماعت" کے لوگوں کے لباس اور وضع قطع پر تنقید شروع کی۔ اس کے بعد ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو قید کرنا شروع کیا جو دعوت کا کام کرتی تھیں۔انہوں نے ایسی اسکول کی یونیفارم لازمی قرار دی جس پر بت پرستوں کی مخصوص علامات نقش کی گئیں اور سب کو یہ وردی پہننے پر مجبور کیا۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمان ایسے لباس پہننے کو قبول نہیں کریں گے۔ان تمام سے حکام کا مقصد اعتدال پسند اور انتہاپسند مسلمانوں (ان کی تقسیم کے مطابق) کے درمیان نہ ختم ہونے والے جھگڑوں اور تنازعات کے لئے ماحول فراہم کرنا ہے، مگر جن لوگوں کے پاس اسلام کا حقیقی نمونہ موجود ہے، حکومت ان پر اثر انداز ہونے میں کامیاب نہ ہوسکی اور تاحال ہماری زندگیوں میں اپنا ماڈل نافذ نہیں کرسکی ہے۔

دیلار حزب التحریر کے رکن ہونے کے حوالے سے مشہور ہے۔اس کی یہ شہرت نہ صرف کرغیزستان بلکہ وسطی ایشیا کے تمام اطراف میں ہے۔یہ وہ شخص ہے جس نے حزب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سرکاری سطح پر ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینل (اونگ) کا قیام عمل میں لایا اور کئی مہینوں تک کرغیز اور ازبک لوگ اس کی ٹیلی ویژن نشریات دیکھتے رہے

حکام یہ جان چکے ہیں کہ اس قسم کی کوششیں ان کو فائدہ نہیں دے سکتیں،اس لئے کرغیزی حکومت کو بعض مؤثر غیر ملکی طاقتوں کے دباؤ کے تحت مجبور کیا گیا کہ وہ اُزبک اور روسی حکومتوں کی طرز پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معرکہ آرا ہو جائے، چنانچہ دیلار اور جوماباییف کو گرفتار کرنے کے لئے آپریشن کیا۔

دیلار حزب التحریر کے رکن ہونے کے حوالے سے مشہور ہیں۔اُن کی یہ شہرت نہ صرف کرغیزستان بلکہ وسطی ایشیا کے تمام اطراف میں ہے۔یہ وہ شخص ہے جس نے حزب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سرکاری سطح پر ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینل (اونگ) کا قیام عمل میں لایا اور کئی مہینوں تک کرغیز اور ازبک لوگ اس کی ٹیلی ویژن نشریات دیکھتے رہے جن میں عوام کے خلاف حکومت کی سازشوں کا پردہ چاک کیا جاتا رہا۔ حکومت نے جب اس چینل کی بڑھتی ہوئی عوامی مقبولیت دیکھی تو اس پر دباؤ ڈالنے کے مختلف حربے آزمائے اور بھائی دیلار کو بھی بتدریج ٹی وی پر آنے سے روکنے لگی، مگر اس کے باوجود اس نے دیگر جدید طریقے ایجاد کرکے اُمت کے مفادات کی جنگ جاری رکھی۔

مثلاًجب مرد ڈاکٹروں نے گائنی ہسپتالوں میں کام کرنا شروع کیا تو دیلار وہ پہلا شخص تھا جس نے اس کا مقابلہ کیا ، چنانچہ اس کو قانون نافذ کرنے والے ایجنسی کے آفیسرز نے طلب کیا۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ اس قانون کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی مرد ڈاکٹر کے پاس نہیں جاسکتی۔ دیلار نے کہا میں اس کے خلاف ہوں، کیونکہ یہ اللہ کی

شریعت میں حرام ہے اور ہم پر اسی کی پابندی واجب ہے ،اس لئے ان ڈاکٹروں کا یہاں کام کرنا جائز نہیں۔

دیلار کی گہری تحقیق کے نتیجے میں ہم یہ سمجھ پائے کہ کرغیزستان میں بجلی کی زبردست پیداوار کے باوجود لوگ سخت مشقت کی زندگی کیوں گزارتے ہیں۔ حکومت آلات کی خریداری، مرمّت اور بجلی لائنوں کے لئے لوگوں سے اضافی رقم وصول کرتی ہے جبکہ یہ ذمہ داری حکومت کی ہے، مگر حکومت کو اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ دیلار نے اس کے خلاف سنجیدہ جدوجہد کی قیادت کی اور جب دیلار کو اپنی سرگرمیاں بند کرنے کے لئے ایک ملین سوم رشوت کی پیشکش کی گئی تو اس نے ٹیلی ویژن پر آکر اس معاملے کو بے نقاب کیا جبکہ یہ مشہور ہے کہ دیلار اور اس کی فیملی شدید مالی تنگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تب ریاستی سطح پر اس کا مقابلہ شروع ہوا کیونکہ دیلار نے اس حقیقت کو بے نقاب کیا تھا کہ لوگ جن مسائل اور سختیوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ سب کچھ پورے ملک کے اندر پھیلے ہوئی کرپشن کے سبب ہے۔ پھر حکومت نے اس پر جعلی، بے بنیاد اور من گھڑت الزامات لگا کر اس کو ستانا شروع کیا اور مختلف ذرائع استعمال کر کے اس کے خاندان کو دو سال سے زائد عرصے تک بجلی سے محروم کئے رکھا ۔اس سب کے باوجود دیلار نے ہمت نہ ہاری اور مقابلہ جاری رکھا اور اس بات پر قوت کے ساتھ اصرار کیا کہ پرانے کی جگہ نئے پاور ڈسٹری بیوشن پینلز نصب کئے جائیں اور اس کے لئے لوگوں سے اضافی رقم وصول نہ کی جائے۔ دیلار کے پڑوسیوں نے اس کو اپنے میٹروں سے بجلی فراہم کی، جس کے نتیجے میں انہیں شدید قسم کی دھمکیاں دیں گئیں مگر وہ ڈٹے رہے اور دیلار کو باری باری بجلی دیتے رہے کیونکہ دیلار عملًا اس قوم کا بیٹا تھا۔

دیلار کو پابندِ سلاسل کرنے کے لئے حکام کو ایک وجہ ہاتھ آگئی یا یوں کہئے کہ انہوں نے ایک بہانہ تراشا اور اس کو جیل میں ڈال دیا، مگر دیلار کی سیاسی سرگرمیوں کا سلسلہ جیل میں بھی نہیں رُکا۔ چنانچہ اس نے مطالبہ شروع کیا کہ جیل کے اندر قانون کے مطابق حالات ٹھیک کئے جائیں اور صحتمندانہ ماحول قائم کیا جائے، نیز قیدیوں کا کھانا اچھا کیا جائے جو استعمال کے قابل نہیں۔ دیلار کو ذاتی طور پر جیل کا کھانا کھانے کی حاجت نہیں تھی کیونکہ اسے باہر سے کھانا آتا تھا۔

ان کے جیل کے ساتھیوں کے مطابق، اس کو کئی مرتبہ سزا دی گئی مگر اس نے اپنی رائے نہ چھوڑی اور برابر ڈٹا رہا۔ ایک دفعہ جیل انتظامیہ کا سربراہ آیا اور کہا کہ "اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لئے استثنائی طور پر بہتر حالات فراہم کروں" اور اسے اپنی سرگرمیاں روکنے پر قائل کرنے کی کوشش کی۔ دیلار نے اسے کہا کہ "کیا آپ تمام قیدیوں کو وہی سہولیات دے سکتے ہیں جو آپ مجھے دینا چاہتے ہیں؟ اس صورت میں البتہ میں سوچوں گا"۔ اس کے بعد اس کو ایک الگ کمرے میں لے جایا گیا اور اس کے جسم میں کوئی مائع ٹپکایا گیا جس کی وجہ سے اس کے پورے جسم میں زہر سرایت کر گیا، جس کی وجہ سے وہ چار دن تک مسلسل کوئی حرکت نہ کر سکے جبکہ کوئی طبّی امداد بھی نہیں دی گئی۔ اللہ الرحمٰن الرحیم کا کرنا ایسا تھا کہ دیلار کی زندگی پھر بھی باقی رہی۔

دیلار کو قابو کرنے کی شدید حکومتی کوششیں اس کو لمحہ بھر کے لئے بھی اپنی سرگرمیوں سے نہیں روک سکی۔ حکومتی اہلکاروں کی طرف سے جب بھی کسی مسلمان کو جیل میں ڈالنے کی کوشش کی گئی، دیلار نے ایسے ہر موقع پر حکومت کا محاسبہ کیا۔ اس کا رویہ ایک تماشائی کا نہیں ہوا کرتا تھا۔ وہ کیمرا اپنے ہاتھ میں لئے پھرتا اور رکاوٹوں کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے آگے بڑھتا اور نہایت باریکی سے ایسی تمام کاروائیوں کی فلمبندی کے لئے گھات لگاتا جو قانون کے خلاف ہوتیں خواہ تفتیشی مراکز میں ہو یا دیگر کاروائیوں کے دوران۔ اور اس نے حکومتی اہلکاروں کو ان کاروائیوں کے دوران بھونڈے دلائل دینے کا موقع نہیں دیا، جیسا کہ یہ ان کی عادت ہے۔

ہاں اس نے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو جیل میں جانے سے بچا لیا اور بہت زیادہ لوگوں کے ساتھ ان کے مسائل کے حل میں معاونت کی۔ اتھارٹیز کی طرف سے غیر قانونی ٹیکسوں اور خود ساختہ بھاری جرمانوں، یا گیس اور بجلی کے دیگر مسائل سے نالاں ہو کر لوگ مختلف علاقوں سے اس کے پاس آنے لگے۔

آخر کار 13 ستمبر 2014 کو حکام نے ایک دفعہ پھر اس کو جیل بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

بقیہ صفحہ 27 پر

اقصیٰ کو روندا جارہا ہے جبکہ اردنی حکومت مذمت کر کے پھر سازش بھی کرتی ہے حالانکہ اس کی فوج اقصیٰ کو آزاد کرانے کی اہلیت رکھتی ہے!!

کل بدھ کے دن یہودیوں کے ایک گروہِ غاصب نے یہودی فوجیوں کی اشیر باد سے مسجد اقصیٰ مبارک کی حرمت کو پامال کیا۔ یہودی فوجیوں نے مسجد کے اندر نماز پڑھنے والوں اور بیٹھے ہوئے لوگوں پر فائر کھول دیا اور دستی بم پھینک دیا جس سے کئی نمازی زخمی ہو گئے جس پر اُردنی حکومت کے ترجمان محمد المؤمنی نے بزدلانہ انداز سے ناگواری اور مذمت کا اظہار کیا۔ اسرائیل کی جانب سے مسجد اقصیٰ مبارک کے خلاف اس قسم کے گھٹیا اقدامات اس کے نمازیوں اور اس میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کے خلاف خطے میں بدترین مذہبی تشدد کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

اے مسلمانو! کیا جائنٹ چیف آف اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین جنرل الزبن نے عجلون (الغز) میں کھدائی کے حوالے سے وزیر اعظم اور وزیر دفاع کی موجودگی میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے فوج کی یہود حکومت کے ساتھ رابطے اور عسکری ماہرین علاقے میں پہنچانے پر بات کرتے ہوئے نہیں کہا تھا کہ ہماری مسلح افواج مشرق وسطیٰ میں کسی بھی جگہ تک رسائی کی اہلیت رکھتی ہیں!!

کیا مسجد اقصیٰ اس بات کی مستحق نہیں کہ حکومت اس کے لیے فوج کو متحرک کرے جبکہ جائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین کے بقول وہ ایسا کرنے کے قابل ہے، خاص کر جب یہ حکمران مسلسل یہ راگ الاپتے ہیں کہ یہ مسجد اقصیٰ کے وصی اور متولی ہیں!!

کیا مسجد اقصیٰ کا یہ حق نہیں کہ اس کو آزاد کرنے کے لیے فوج کو حرکت میں لایا جائے۔ مسجد اقصیٰ اُردنی حکومت کے نگرانی میں ہوتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ کیا بے شرمی پر مبنی وادی عربہ معاہدے کی شقوں کی پابندی اور یہودی وجود کے ساتھ گرم جوش تعلقات کی پاسداری اللہ کے اوامر اور اسلام کے ان احکامات پر مقدم ہیں جن میں غاصب یہودیوں سے لڑنے، فلسطین کی سرزمین سے ان کی جڑ اکھاڑنے اور مبارک مسجد اقصیٰ کو آزاد کرانے کا حکم دیا گیا ہے!! کیا اُردنی فوج پر مسجد اقصیٰ کا یہ حق نہیں کہ وہ حکمرانوں کو مجبور کریں جو مسلمانوں، ان کے خون اور ان کے مقدسات کی قیمت پر یہود کے ساتھ تعلقات کی مالا جپتے ہیں اور ان کو پختہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ وہ یہودی وجود کے خلاف اعلان جنگ کر دیں!! کیا مسجد اقصیٰ، اس کی پامالی، اس کے آس پاس کے مسلمانوں کے مصائب اور اس میں نماز پڑھنے والوں اور ٹھہرے ہوئے لوگوں کا یہ حق نہیں جن کو یہودی پولیس، یہودی فوج اور یہودی ہجوم کی جانب سے ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے کہ اردنی فوج متحرک ہو!! کیوں نہیں ان کا یہ حق ہے یہ حق ہے یہ حق ہے۔ لیکن غیرت، مردانگی اور بہادری کا چرچا صرف اس وقت کیا جاتا ہے جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفر اور شر کے سرغنہ امریکہ کے حکم کو بجالانے کی ضرورت ہو اور خطے میں اس کے منصوبوں کو کامیاب کرنا ہو۔ فوج کو حرکت میں آنے کا حق حاصل ہے حاصل ہے حاصل ہے لیکن امریکہ کا حکم سب سے بالا ہے جیسے امریکہ کی اطاعت سب سے بڑا فرض ہے!!

اے مسلمانو! ہم تمہیں یاد دلاتے ہیں کہ خلافت کو گرانے کے بعد ہی اسلامی سرزمین کو تقسیم کیا گیا اور یہود فلسطین کو غصب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب عنقریب انشاء اللہ خلافت کے دوبارہ قیام سے اسلامی سرزمین کو اسلام کی عظیم الشان حکومت کے سائے میں وحدت بخشی جائے گی، اقصیٰ اور پورے فلسطین کو آزاد کیا جائے گا، ہر سازشی، غدار، جھوٹے اور ایجنٹ کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔ ہم حزب التحریر تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے فریضے کی ادائیگی کے لیے ہمارے ساتھ مل کر جدوجہد کرو تاکہ ہم سب کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد اور رضا حاصل ہو اور سب مل کر اس کی جنت کی نعمتوں کی امید رکھیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَجِيبُواْ لِلّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہارے لیے زندگی ہے یاد رکھو اللہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے"۔

ولایہ اردن میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

بقیہ صفحہ 25 سے

اس سے چند دن پہلے دیلار نے محسوس کیا تھا کہ اس کے گھر کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ دیلار چند مشکوک افراد کو پکڑنے میں کامیاب ہوا۔ یہ روسی شناخت رکھنے والے نامانوس لوگ تھے۔ پھر ان کو پولیس کے حوالے کیا مگر پولیس آفیسر نے ان کو رہا کر دیا اور دیلار کو کھل کر بتا دیا کہ "آپ مجھے غلط نہ سمجھیے گا"۔ انہیں اندازہ تھا کہ دیلار کو گرفتار کرنے کی کس قدر سنجیدہ کوشش کی جا رہی ہے۔

13 ستمبر کی صبح قریباً 6 بجے نیشنل سیکورٹی آفیسر اس کے گھر کا محاصرہ کر چکے تھے۔ نقاب اوڑھے ہوئے کمانڈوز کا ایک جتھہ آٹومیٹک اسلحہ سے لیس ہو کر گیٹ پر چڑھنے لگا۔ دیلار نے ان سے اتنی دیر انتظار کرنے کا کہا جتنی دیر میں اس کا خاندان کپڑے پہن لے مگر وہ گھر میں گھس آئے۔ دیلار اس غیر قانونی کاروائی سے خواتین کی حفاظت کے لئے دوڑا، جس کے نتیجے میں اُسے وحشیانہ تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔

فطری طور پر اس علاقے کا اٹارنی مسجد کے چند آدمیوں کے ہمراہ دیلار کی حمایت کے لئے آیا تو سپیشل فورسز نے ان پر گولیاں برسا کر ان کو پیچھے کی جانب دھکیلنے پر مجبور کیا، اور گھر کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور ان کو اندر آنے سے روک دیا۔ جب لوگ اکھٹے ہونے لگے تو سپیشل فورسز کو حالات کی نزاکت کا احساس ہوا پھر انہوں نے پولیس سٹیشن سے مزید کمک مانگی تا کہ گھر کا محاصرہ مضبوط کر لیا جائے۔

دیلار کے گھر کے اندر 6 گھنٹے تک تفتیش جاری رہی۔ اس دوران لوگ پولیس بیلٹ کے پیچھے گھر کے دروازے کے قریب کھڑے رہے، وہ دیلار کے دفاع کے لئے کچھ کہنا چاہ رہے تھے، اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔

اے کرغیزستان کے مسلمانو! تم پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں اور خوب تسلی سے اس لوٹ مار کو جاری رکھنے، تمہارے وسائل کو بیچ دینے اور تمہارے نوعمر چھوٹے بچوں کو سستے مزدور بنانے کے لئے، وہ چاہتے ہیں کہ مرد آہن دیلار جیسی رکاوٹوں کا خاتمہ کر دیں وہ دیلار جو تمہارے مفادات ہی کا محافظ ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ازبکستان ماڈل پر چلتے ہیں یعنی مسلمانوں کو مختلف ناموں کے تحت تقسیم کرنے کے لئے آئمہ مساجد اور غدار مذہبی قیادتوں کی خدمات حاصل کرنا۔

ازبکستان میں کریموف حکومت نے 16 فروری کے واقعات کو ترتیب دیا اور اس کا الزام مسلمانوں پر لگایا۔ مگر یہ بات جاننا ضروری ہے کہ کرغیزستان میں عوام کو مسلمانوں کی جانب سے ایسا کوئی بھی خطرہ موجود نہیں، تاہم اگر عام لوگ ایسے کسی خطرے کا سامنا کریں تو یقیناً کفار ہی اس کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

اس لئے اپنے امن اور باہمی تعاون کے لئے ہم آپ کو ملک کے اندر پیش آنے والے واقعات پر اثر انداز ہونے کے لئے اپنا اثر ونفوذ استعمال کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ امر آپ سے اخلاص اور حکومت کے کسی گمراہ کن پراپیگنڈا پر نہ چلنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح ہم آپ لوگوں کو ایمانی فضاء کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنے کی دعوت دیتے ہیں جس کی بنیاد حلال وحرام کے نظریہ پر ہے۔

صدر میڈیا آفس/حزب التحریر

یہودیوں کے جرائم پر تمہاری رگوں میں خون کیوں نہیں کھولتا کہ تم فلسطین کے مسلمانوں کی مدد کرو؟

شامی مسلمانوں کے انقلاب کے خلاف امریکی قیادت میں جدید صلیبی اتحاد مکڑی کے جالوں سے بھی کمزور ثابت ہو گا

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾

"(حقیقت تو یہ ہے کہ)اس جمعیت کو عنقریب شکست ہو جائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے "(القمر: 45)

23 ستمبر 2014 کو امریکی بمبار طیاروں نے " تنظیم البغدادی"، "النصرۃ فرنٹ "اور متعدد دیگر دھڑوں کے ٹھکانوں پر درجنوں حملے کئے جس کے باعث بہت سے جنگجو اور شامی شہری قتل اور زخمی ہوئے۔ اس گناہ اور جرم میں اس کے ساتھ سعودیہ، بحرین، امارات، قطر اور اردن بھی شریک ہوئے۔ یہ حملے کر کے امریکہ ایک نئے منصوبے میں داخل ہوا ہے ، جس کے ذریعے وہ شام کے معاملات کو خود ہی اپنے کنٹرول میں لینا چاہتا ہے جبکہ اس کا ایجنٹ مجرم بشار، ایران اور اس کے پیروکار شام کے اندر مسلمانوں کو اپنا تابع بنانے اور شام کے حق میں امور طے کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شامی قوم پر بمباری کا مشن اسد کی جگہ اوباما سرانجام دے گا تاکہ امریکی سیاسی حل کی راہ ہموار کرنے کے لئے اسے تقویت فراہم ہو۔

بلاشبہ امریکہ "البغدادی تنظیم "کی آڑ لے کر حقیقت میں شام کے اندر اپنے اثر و نفوذ اور وہاں اپنے مفادات کی نگہبانی کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ کام وہ ایسے متبادل امریکی ایجنٹ کے ذریعے کروائے گا جو حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکے۔ اس لئے اوباما نے کل ایک پریس کانفرنس کے دوران عہد کیا کہ "ہم شامی اپوزیشن کی تربیت اور تیاری کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں ، جو اس قابل ہو گی کہ وہ داعش اور اسد حکومت کی جگہ ایک بہتر اور متبادل توازن کو تشکیل دے"۔ کیونکہ اوباما نے غرور و تکبر میں ڈوبے ہوئے لہجے میں پہلے سے اعلان کیا تھا کہ "ایسے سیاسی حل تک پہنچنا جس کا ہدف شامی بحران کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کرنا ہے" اس مہم کے اہداف میں سے ہے۔ اس سے اوباما کے اُس بیان کی وضاحت ہو جاتی ہے، جب اس نے کہا تھا "شام میں داعش کے حوالے سے کوئی بھی منصوبہ وقت لے گا"۔ اور اگر " تنظیم البغدادی " کے خاتمہ کو صرف عسکری پہلو تک محدود رکھا جانا ہوتا تو ان طویل المدتی پالیسیوں پر بات کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

یہ ہے امریکہ جس کی یہ فطرت کبھی بدلتی نہیں کہ وہ ہمیشہ سے صرف مفاد کی بنیاد پر اپنی پالیسیاں بناتا ہے اور جسے صرف اپنے آپ کی فکر ہی لگی رہتی ہے۔ آج مسلمانوں کی اکثریت اس کے جرائم کی بھینٹ چڑھتی ہے۔ یہ حقیقت سویت یونین کے سقوط کے بعد کھل کر سامنے آئی، جب اس نے ایک تہذیبی منصوبے کی حیثیت سے اسلام کے خلاف اپنی جدوجہد کا محاذ کھول دیا۔ اور اوباما دور میں بالخصوص شام میں مسلمان مقتولین کی تعداد اپنے پیش رو بدنام زمانہ بش جونئیر کے دور سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ چونکہ اوباما کو مسلمانوں کے خلاف کئے گئے اپنے جرائم اور دشمنی کے کرتوتوں کا اندازہ ہے، اس لئے اس معرکے میں اُس نے خطے کے ممالک کو شریک کرنے پر اصرار کیا تاکہ وہ یہ باور کرائے کہ یہ "صرف امریکی جنگ " نہیں، جیسا کہ اوباما نے کہا۔ بلکہ اس نے ایک ایک ملک کا نام لے کر اسے حکم دیا کہ وہ سرکاری بیانات کے ذریعے اپنی شرکت کا اعلان بھی کریں۔ وائٹ ہاوس نے شام پر فضائی حملوں میں شرکت کرنے والی پانچ عرب ریاستوں کے وفود کے قائدین کو اوباما کی اس خواہش سے مطلع کر دیا کہ وہ نیویارک پہنچتے ہی ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تاکہ مسلمانوں کے خلاف اپنے جرائم کی حقیقت پر پردہ ڈالا جا سکے۔ یقیناً یہ خیانت ہے کہ مسلمانوں کے یہ گھٹیا حکمران فضائی حملوں میں شرکت کر رہے ہیں، جبکہ یہ ان حملوں کے نتائج سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہر ایک حملے کے نتیجے میں درجنوں معصوم مسلمان قتل ہوتے ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ پاکستان، افغانستان اور یمن میں کیا ہو رہا ہے جن کے حالات اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے ہم دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ اس بنا پر ان پانچ ریاستوں نے جس جارحیت کا ارتکاب کیا ہے جن کی قیادت سعودیہ کر رہا ہے جو جھوٹے اور خود ساختہ طور پر اسلام کی حمایت و حفاظت کا بھی دعویدار اور علمبردار ہے، ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ نیز قومی اتحاد کی طرف سے اس جارحیت کی حمایت کا اعلان اور مبارکباد سچ مچ اس بات کا اعلان ہے کہ وہ امریکی جارحانہ پالیسی کا ایک سستا پیروکار ہے اور یہ اتحاد اپنے آپ کو موجودہ

عراقی حکمرانوں کی طرح کردار ادا کرنے کے لئے پیش کررہا ہے۔ اس لئے یہ ریاستیں بشمولِ اتحاد ایمان کے ہیڈ کوارٹر میں آنے کی بجائے امریکی کفریہ ہیڈ کوارٹر میں جا گھسے ہیں۔ اور ہم صراحت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج بلادالشام میں خلافت راشدہ کے عظیم منصوبے سے مسلمانوں کو باز رکھنے کے لئے امریکی قیادت میں ایک نیا صلیبی اتحاد وجود میں آگیا ہے، جس پر پردہ ڈالنے اور اس کے اہداف کو نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے اوباما نے ان پانچ عرب ریاستوں کو شریک کیا جو خیانت کے بین الاقوامی کلب کے مستقل ممبر ہیں۔ ہم ان حکمرانوں کے بارے میں مسلمانوں کو خبردار کرتے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ بلادالشام کے اندر امت کا انقلاب ہماری خواہش ہے، جبکہ یہی حکمران مسلمانوں کے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں اور نہایت گندا کردار ادا کررہے ہیں۔ اور شام کے اس مبارک انقلاب کو سیاسی رقوم سے خرید کر مغرب اور امریکہ کو بیچ دینے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ ریاستیں انقلاب کے حوالے سے ایران سے کم خطرناک نہیں ہیں۔ آج یہ ریاستیں اسلام کے خلاف جنگ میں اس لئے امریکہ اور مغرب کے ساتھ کھڑی نظر آتی ہیں کیونکہ ان کو یہ خوف ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام سے ان کے تخت دھڑام سے نیچے گرجائیں گے، جیسا کہ امریکہ کو بھی یہی خوف بے چین کئے ہوئے ہے۔ یہ کوتاہ نظر حکمران یہ نہیں سمجھتے کہ امریکہ کے "جدید مشرق وسطیٰ" کے تقسیم کے منصوبے کی ہوائیں ان کو بھی لگیں گی اور یہ بچ نہیں پائیں گے، جبکہ اپنی غدار اور مجرمانہ حرکتوں کے سبب اللہ کے عذاب کا مزہ بھی انہیں ضرور چکھنا پڑے گا۔

بلا شبہ شام کے مسلمانوں پر جارحیت میں امریکہ کے ساتھ بعض حکمرانوں کی شرکت اللہ کے ہاں ایک جرم عظیم ہے، جبکہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کا کھلا دشمن ہے اور اس کے خطرناک معروضی اثرات مرتب ہوں گے، کیونکہ یہ امریکی منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے اور اسلامی سرزمینوں پر اسے تسلط دلانے کے مترادف ہے اور ساتھ ہی اسلامی خلافت کی شکل میں اسلامی منصوبے پر ضرب لگانا ہے جس کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ۔ اس شرکت سے امریکہ ان کو اپنے فوجیوں کی طرح استعمال کرنے لگا ہے جو اس کے لئے لڑتے ہیں اور اس کے لئے جاسوسی کرتے ہیں اور اس سے مسلمان آپس کی جنگ میں الجھ گئے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی خیر نہیں، کوئی خیر نہیں جیسا کہ ماضی میں ہم دیکھ چکے ہیں۔

سوریا الشام کے صابر اور مخلص مسلمانو! بے شک امریکہ آج تک اسلام کے خلاف فتح حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے، اسلام جو اُس کے تہذیبی منصوبے سے نبرد آزما ہے جس کو امریکہ دہشتگردی کے خلاف جنگ کے پردے میں برپا کئے ہوئے ہے، اور اوباما نے اپنے پہلے دور اقتدار میں ایک کمزور قرارداد پاس کروائی کہ وہ روئے زمین پر فوجی جنگوں میں اپنے ملک کی مداخلت کے خلاف ہے تاکہ زبردست انسانی اور بھاری مادی نقصانات سے بچا جاسکے، جیسا کہ افغانستان اور عراق میں ہمیں سامنا کرنا پڑا اور یہ نقصانات اس کے عالمی منصب پر اثرانداز ہوئے، یہاں تک کہ ایک وقت پر ایسا محسوس ہونے لگا کہ امریکہ عالمی سپرپاور کے منصب کو سنبھال نہیں پائے گا، کیونکہ اسلام کے خلاف جنگ کے عین وسط میں امریکہ مالیاتی بحران سے دوچار ہوا جس کے بارے میں اوباما نے کہا تھا "کساد عظیم کے دور سے لے کر آج تک یہ ہماری معیشت کا بدترین مندا ہے"۔ پھر یہ کہ جب سے امریکہ نے خطے میں جس جنگ کا آغاز کیا ہے، اب تک تہذیبی کشمکش اسلام کے مفاد میں جاری ہے۔ کیونکہ آج وہ حقائق بے نقاب ہو چکے ہیں جو کسی زمانے میں سربستہ راز تھے۔ اب مسلمانوں کی طرف سے خلافت راشدہ کے قیام کی ضد اور اس کے مقابلے میں مغرب کا مسلمانوں کو اس سے روکنے کی ضد سے جنم لینے والی کشمکش کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اور امریکہ نے بغدادی کی مزعومہ خلافت اور اسلام کے نام پر اس کی تنظیم کے بھیانک قتل اور خون خرابے کا اس طور پر فائدہ اٹھایا، کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں خلافت کا ایک مسخ شدہ تصور راسخ کیا جائے۔ ان حالات کے سبب امریکہ ایسی سازگار فضا تیار کرنے کے قابل ہوا کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک نیا صلیبی اتحاد قائم کیا اور جس کے باعث مسلم ممالک کے خائن حکمرانوں کو اس اتحاد میں امریکہ اور مغرب کے شانہ بشانہ اپنے فوجی بھرتی کرنے کا موقع ملا..... مگر یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پہلا اتحاد نہیں، کیونکہ اس سے پہلے بھی قدیم صلیبیوں اور تاتاریوں نے اس قسم کے اتحاد قائم کئے تھے مگر امت نے ان کو روند ڈالا اور وہ اتحاد نیست ونابود ہوگئے اور امت بلند و برتر رہی.....اور انشاء اللہ اس نئے اتحاد کو بھی اسی قسم کی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ گزشتہ زمانے میں ہوا۔ اور صبح کا انتظار کرنے والا بہت جلد اس کو دیکھ لے گا إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ "یقین رکھو کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان لانے والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے" (غافر: 51)۔

سوریا الشام کے صابر اور مخلص مسلمانو! ہم آپ کو یاد دہانی کراتے ہیں کہ مسلمان کبھی عددی قوت کی کمی یا سامان جنگ کی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوئے۔ ان کی مغلوبیت کی ایک ہی وجہ ہوتی ہے کہ ان کے اندر ایمانی کمزوری آجائے اور آپس میں پھوٹ پڑ جائے۔ ہمارے

لئے تو رسول اللہﷺ اور آپﷺ کے اصحاب بہترین نمونہ ہیں۔ وہ سختیوں کے وقت صرف اللہ وحدہٗ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ان حالات میں ہم صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسولﷺ اور امت کے ساتھ مخلص لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین پر متحد ہو جائیں، تاکہ اللہ صرف ہماری مدد کرے۔ کیونکہ نصرت اور کامیابی صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی طاقت ور اور قدرت والا ہے، وہ بے پروا ہے، وہی ناصر ہے وہی عزت دینے والا اور ذلت دینے والا ہے وہی ہے کہ جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے لے لے۔ مگر نصرت کی شرائط ہیں جو ہمیشہ ایک رہی ہیں جو نہ تو پہلے زمانے میں حنین کے موقع پر بدلی تھیں جب مسلمانوں کو اپنی اکثریت پر ناز ہوا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پسپائی سے دوچار کیا اور نہ ہی اُحد کے دن جب کچھ صحابہ رسول اللہﷺ کے امر پر پورا نہیں اترے تھے تو ان کی ہوا اکھڑ گئی تھی۔

اور جنگجو دھڑوں میں سے مخلص لوگوں سے ہم کہتے ہیں: کہ صلیبی اتحاد کے یہ حملے جیسا کہ ہم نے پہلے کہا اس زمین بوس ہونے والی حکومت کو سہارا دینے اور اس امریکی حل کے نفاذ کے لئے ہو رہے ہیں جو امریکہ کے پسندیدہ سیاسی حل تک لے جائے گا۔ اس لئے تمہارے اوپر لازم ہے کہ اپنی صفوں میں وحدت پیدا کرو اور اس سے پہلے کہ امریکہ اپنے اہداف کو حاصل کرے اپنے حملوں کو اس طور پر منظم کرو کہ اس نظام کو گرجانے کی سمت لے جائیں۔ ایک کام یہ کرو کہ ادھر ادھر کے فرنٹ بنا کر اپنی کوششوں اور قوت کو منتشر نہ ہونے دو اور آپس میں نہ لڑو، کیونکہ یہی (انتشار) وہ چیز ہے جو حکومت اور صلیبی اتحاد کی خواہش ہے ۔ سو خدا را ہماری جانوں، ہمارے آباؤ اجداد، ہماری ماؤں، بچوں اور عورتوں پر ترس کرو اور اللہ کے دین پر بھروسہ کرو اور اللہ کے صراط مستقیم پر چل کر اپنے المیوں کو کم کرو۔ یہی اللہ کی طرف سب سے قریب ترین اور نزدیک راستہ ہے۔ شرع نے جو بتایا ہے وہ بالکل روشن اور واضح ہے اور شام یا دنیا کے دیگر ممالک میں مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں، اس سے امید کی جاتی ہے کہ جلد تبدیلی آنے والی ہے۔

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾.

"اور (اے پیغمبر! اِن سے) یہ بھی کہو کہ یہ میرا سیدھا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا اس کے پیچھے چلو، اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ پڑو ورنہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ لوگو! یہ باتیں ہیں جن کی اللہ نے تاکید کی ہے تاکہ تم متقی بنو" (الانعام: 153)۔

29 ذوالقعدۃ 1435ھ **حزب التحریر**

24 ستمبر 2014ء **ولایہ شام**

بقیہ صفحہ 31 سے

اپنا ہاتھ دے رہے ہیں، ہم ان کو المنتقم الجبار کے غیظ وغضب سے اور پھر شام کے انقلابی لوگوں کے غیظ وغضب سے متنبہ کرتے ہیں، جنہوں نے بڑی قربانیاں دیں تاکہ ان جابروں کا تختہ الٹ کر ہمارے اوپر عدل کی حکمرانی ہو، نہ کہ ان لوگوں کی ظالمانہ حکومت کے لئے قربانیاں دیں جن کی تیاری پر امریکہ کام کر رہا ہے تاکہ وہ امریکہ کے مطیع بن کے رہے اور اس نظام کی قیادت کو ہٹانے کے بعد اس کے لئے ایک سستے آلہ کار کا کام دے، نیز اپنی بدبودار جڑوں کو کئی سکیورٹی اور مجرم عسکری شاخوں کے ذریعے باقی رکھ سکے۔

بلاشبہ شام پرہیزگار مؤمنوں کا گھر ہے جنہوں نے اس مبارک سرزمین کو اپنے پاکیزہ خون سے سیراب کیا۔ یہ لوگ کبھی بھی نامکمل حل یا پیوندکاری پر راضی نہیں ہوتے بلکہ یہ اس سے کم پر بھی راضی نہیں کہ اس نظام کو اپنی تمام نشانیوں، ستونوں اور اس کے جرائم سمیت فنا کر دیا جائے تاکہ ہم اس کے ملبے پر اسلام کے عدل ورحمت سے معمور اس ریاست کی تعمیر کر سکیں جس کا حکم رسول اللہﷺ دے چکے ہیں یعنی جہاں خلافت ہی نظام حکومت ہو۔ تو یہ اللہ کا وعدہ اور اس کے رسولﷺ کی بشارت ہے، اللہ اور اس کے رسولﷺ سے زیادہ کس کی بات سچ ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ "اللہ تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرما چکا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے تھے، اور یقیناً ان کے لئے ان کے دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا، جسے وہ ان کے لئے پسند فرما چکا ہے، اور ان کے اس خوف وخطر کو امن سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں" (النور: 55)۔

احمد عبدالوہاب

ولایہ شام میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے سربراہ

یہ غدار فلسطین میں ڈایٹون کے نقش قدم پر..... امریکی "اعتدال پسند اپوزیشن" کو ٹریننگ دے رہے ہیں انقلابیوں کے خلاف اپنے امریکی آقاؤں کی ایجنٹی اور فرمانبرداری میں غرق ہیں لیکن انقلابیوں کو اپنے مقاصد حاصل کرنے سے اب دنیا کی کوئی سازش روک نہیں سکتی۔

"اعتدال پسند شامی اپوزیشن" کی تربیت کے بارے میں امریکی اور مغربی سیاستدانوں کی بہت ساری باتوں کے ساتھ ساتھ غدار اور خائن اتحاد کی طرف سے اپنے آقاؤں سے اسلحہ دینے اور باہمی تعاون کے مطالبات بار بار سامنے آرہے ہیں۔ ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ: آیا یہ اسلحہ استعمال کرنے کی تربیت ہے یا ایجنٹ بننے اور اہل شام کی قربانیوں اور ان کے شہداء کے خون سے غداری کرنے کی تربیت حاصل کی جارہی ہے؟ اور ہم پوچھتے ہیں کہ امریکہ کو کیسے ہمارے خون، ہماری عزتوں اور مفادات کا اچانک خیال آیا جو خود اپنے ہی ملک میں جرائم کی جڑ ہے؟ اور یہ معاملہ کیسے سدھرے گا جب کہ شامی انقلابیوں کا یہ اعلان گونج رہا ہے: "امریکہ! ہمارا خون کیا تمھاری نفرت کی پیاس کو بجھا نہیں سکا؟"۔ جو لوگ اس تربیت کی دعوت دیتے ہیں یا اس پر خاموش ہیں ان سے ہم کہتے ہیں: کیا تم "لارنس آف عربیہ" کو بھول گئے؟ ایسا دِکھائی دیتا ہے کہ تم "ڈایٹون" کے جرائم بھول گئے۔ یہ وہی ڈایٹون ہے جس نے ایسے مجرموں کو تربیت دی اور تیار کیا جو فلسطین کے مسلمانوں پر مظالم اور تشدد کے مختلف النوع طریقے آزماتے ہیں جو اسرائیل کے جرائم سے بھی بڑھ کر ہیں کہ کچھ لوگ اسرائیل کے ہاتھوں گرفتار ہونا پسند کرتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ نہایت گندے ہاتھوں سے تربیت پانے والے گندے ہاتھوں میں قید ہو جائیں؟ تو کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ ہماری حالت اس شخص کی طرح ہو جو دلدل سے نکلے اور نہلا کر اپنے آپ کو پاک صاف کر کے خوشبو لگائے، پھر کسی اور دلدل میں اپنے آپ کو پھینک دے!!! آپ ہمیں کوئی ایسی جگہ بتادیں جہاں امریکہ تباہی و بربادی اور وہاں کے لوگوں کو خون میں نہلائے بغیر داخل ہوا ہو؟ اور آپ بتائیں کیا افغانستان، عراق، یمن، پاکستان اور صومالیہ پُرسکون جنت بن گئے ہیں یا وہاں کے سکون کو تہہ و بالا کر کے ان کو چیخ وپکار، زبردست تباہی اور کشت و خون کی آماجگاہ بنادیے گئے۔ آخر تمہیں کیا ہوا اور یہ کس قسم کے فیصلے تم لوگ کرتے ہو؟۔

"فرینڈلی فائر" سے عین العرب (کوبانی) میں کرد باشندوں کو بھون ڈالا جاتا ہے۔ اب کس سے حساب لیا جائے، کس کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ اور اس سے پہلے مخلص انقلابیوں کو نشانہ بنایا گیا، جس کی زد میں کئی دھڑے آگئے یہ سب کچھ "دہشت گردی" اور "داعش" کے خلاف جنگ کے نام پر کیا گیا!! ارض شام میں تنظیم خراسان کی موجودگی کا ایک اور امریکی ترانہ تیار ہے جسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مزید جرائم سرانجام دینے کے لئے استعمال میں لایا جائے گا، امت مسلمہ کے خلاف امریکی ہاتھوں سے سرزد ہونے والے جرائم پر اس کا محاسبہ کون کرے گا؟ اور کیا امریکہ اس "اعتدال پسند اپوزیشن" کو "ملائکہ رحمت" بنارہا ہے یا امریکی آقا کے حکم کے تابع بازوؤں کو تیار کیا جارہا ہے اور یہ خود امریکی سیاستدانوں کی بات ہے کسی اور کی نہیں؟

معزز شام کے مسلمان بھائیو: اللہ رب العرش نے اپنی کتاب عزیز میں مغرب اور ہمارے درمیان کشمکش کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اس امر کا حتمی فیصلہ کیا ہے کہ یہ کفر و ایمان کے درمیان کشمکش ہے۔ کون ہے جو نصیحت اور عبرت حاصل کرے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ** "اور یہود ونصاریٰ تم سے اس وقت تک ہر گز راضی نہیں ہوں گے جب تک تم اُن کے مذہب کی پیروی نہیں کروگے" (البقرۃ:120) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ** "اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست و مددگار نہ بناؤ۔ یہ خود ہی ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔ اور تم میں جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا" (المائدۃ:51)۔ اور ہم حزب التحریر ولایہ شام ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں جو امریکیوں اور

بقیہ صفحہ 30 پر

لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باونڈری پر بھارتی جارحیت کے خلاف حزب التحریر کا مظاہرہ

صرف خلافت ہی بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہے

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے راولپنڈی اسلام آباد میں لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باونڈری پر بھارتی جارحیت کے خلاف مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے بینرز اور کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر تحریر تھا کہ: **"بھارتی جارحیت امریکی شہ پر ہے صرف خلافت ہی بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیگی"**، **"بھارتی جارحیت پر مجرمانہ خاموشی پاکستان کے عوام اور ان کے دین سے غداری ہے"**۔

مظاہرین کا یہ کہنا تھا کہ راحیل-نواز حکومت امریکی پالیسی کی پیروی کرتے ہوئے بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب نہیں دے رہی جس کی وجہ سے بھارت پاکستان کے خلاف مسلسل جارحیت کا ارتکاب کر رہا ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ خطے میں امریکی پولیس مین کا کردار ادا کرنے کے لئے بھارت کو مضبوط اور پاکستان کو کمزور کیا جا رہا ہے اور اس امریکی منصوبے میں پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار پوری طرح ملوث ہیں۔ مظاہرین نے افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران سے مطالبہ کیا کہ وہ سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کے اس مجرمانہ فعل پر خاموشی اختیار کرنے کی روش کو ترک کرتے ہوئے ان غداروں کو اکھاڑ پھینکیں۔ انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ افواج پاکستان کے مخلص افسران حزب التحریر کو نصرۃ فراہم کریں اور خلافت کے قیام کو عمل میں لائیں اور پھر خلافت اسلام کے حکم اور ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے بھارتی جارحیت کا ایسا منہ توڑ جواب دے گی کہ وہ پاکستان کی جانب میلی آنکھ سے دیکھنا تک بھول جائے گا۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس



اسلام آباد، حزب التحریر کے کارکن بھارت کے خلاف نوائے وقت ہاؤس کے سامنے مظاہرہ کر رہے ہیں

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس